کاروباری انتظام وانصرام: اصول اور لائحہ عمل (قرآن وسنت کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)

Business Management: Principles and Strategies
(Analytical Study in the Light of Qur’an and Snnah)

ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان علی *

ABSTRACT

Islam is a comprehensive code of life which provides complete guidence in every field of life.Economic activities are very important part of every human. That is why the Holy Qur'ān has given the principles, motivations and Prophet Muhammad (peace and blessings of Allah be upon him) has explained its practical aspects.

Business and trade play a vital role to enhance the Economic activities.Business management is a key feature to get the success because hiring people,to avoid from brain drain and to create a good team with relevant people, who will bring new value to the business, needs to have a person who will be responsible for staff. Therefore, Education of Business Administration has gained prominance in the curriculum of universities.

The life of Prophet Muhammad (ﷺ) is the greatest source to provide the principles for a businessman and organization, which leades the people and institutions on the path of Success.This research paper highlights these priciples and suggests the managers, employees, educationist and governing bodies to study the life of Holy Prophet S.A.W to implement these key points.

Keywords: *Economic Activities, Business, Trade, Principles, Holy Prophet (ﷺ).*

* لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، نمل، اسلام آباد

قرآن مجید میں تجارت کا متعدد مرتبہ تذکرہ آیا ہے جس سے کاروبار و تجارت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾ (۱)

اے ایمان والو! آپس کے مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ تمھاری آپس کی رضامندی سے خرید و فروخت ہو۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ» (۲)

سچا تاجر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا۔

ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ "دس حصوں میں سے نو حصے رزق اللہ نے تجارت میں رکھا ہے"۔ (۳) دینِ اسلام چونکہ ایک کامل و اکمل ضابطہ حیات ہے۔ قرآن مجید اس دینِ متین کی بنیادی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کا قول فعل عمل اس کی بہترین تشریح ہے۔ ہر شخص کی یہ خواہش ہے کہ اس کا کاروبار و تجارت کامیابیوں سے ہمکنار ہو۔ اس کامیابی و کامرانی کے اسرار و رموز کیا ہیں، نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ ان کا بہترین ماخذ ہے۔ ذیل میں قرآن و سنت کی روشنی میں تجارت و کاروبار کے بنیادی اصول و ضوابط بیان کئے جاتے ہیں جن کی بنیادی روح یہ ہے کہ تجارت و کاروبار میں احکامِ خداوندی کی تعمیل اور تکمیل سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو سکے:

کاروباری منصوبہ بندی

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی منصوبہ بندی کا قصہ نقل فرمایا ہے۔ جب انہوں نے سات سالہ قحط کے دوران انتہائی دانشمندانہ منصوبہ بندی سے مصر کی معیشت کو اپنے راستے پر گامزن کئے رکھا تھا۔ آپ ﷺ کی کی پوری زندگی منصوبہ بندی سے عبارت ہے۔ مثال کے طور حکم قرآنی کے عین مطابق پہلے مرحلے میں آپ ﷺ کی دعوت الی اللہ صرف رشتہ داروں تک محدود رہی۔ آپ ﷺ اور ان کے اصحاب دار ارقم میں

---

(۱) سورۃ النساء:۲۹

(۲) دارمی، عبد اللہ بن عبد الرحمن، سنن الدارمی، باب فی التاجر الصدوق، حدیث نمبر: ۲۵۸۱، دار المغنی للنشر والتوزیع، المملکۃ العربیۃ السعودیہ، ۲۰۰۰، ۳/۱۶۶۳

(۳) ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی بن محمد، المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ، جلد ۷، دار العاصمہ، السعودیہ، ۱۴۱۹ھ، ۷/ ۳۵۲

جمع ہوتے تھے۔ اس لیے کہ حضرت ارقم بنی مخزوم سے تھے اور عمر بھی صرف سولہ سال تھی لہٰذا کسی کو شبہ نہ ہو سکتا تھا کہ ان کے گھر دعوت و تبلیغ کے لیے منتخب ہو سکتا ہے۔ دوسرے مرحلے پر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے تو اب علانیہ دعوت شروع ہوئی. ہجرتِ مدینہ بھی منصوبہ بندی کی ایک بہترین مثال ہے جس میں کمال مہارت اور نصرتِ خداوندی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ جا پہنچے۔ مواخاتِ مدینہ مالیات میں منصوبہ بندی کی لاجواب مثال ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام مہاجرین جن کے پاس کوئی کام، کاج نہ تھا اور نہ ہی رہائش کا بندوبست، بظاہر یہ سنگین صورتحال تھی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال منصوبہ بندی سے انسانی وسائل اور انسانی سرمائے کو وہ جلا بخشی کہ آج کے بے روزگار کل کے متمول بن گئے اور جنہیں خود روزگار کی تلاش تھی، دوسروں کے روزگار کا وسیلہ بن گئے۔

مالی معاملات میں منصوبہ بندی کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

«إِنَّكَ أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ فِي أَيْدِيهِمْ»(۱)

تم اپنے وارثوں (اہل و عیال) کو مالدار چھوڑ کر جاؤ، یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ محتاجی میں لوگوں کے رحم کرم پر ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک سے مستقبل کی منصوبہ بندی کا زریں اصول سمجھا جا سکتا ہے۔ دنیا سے اس حالت میں رخصت ہونا کہ اہل و عیال کو کھانے پینے، رہنے سہنے کے لیے دوسروں کا دستِ نگر نہ ہونا پڑے بلکہ وہ ہر چیز میں خود کفیل ہوں، منصوبہ بندی کا محتاج ہے۔ ایک مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر والے ہاتھ کو نیچے والے ہاتھ سے بہتر قرار دیا۔ ید علیا یعنی اوپر والا ہاتھ بننے کے لیے لازمی ہے کہ انسان اپنے معاملات میں منصوبہ بندی سے کام لے۔

کامیاب کاروبار کے لیے بہترین منصوبہ بندی ضروری ہے۔ مثال کے طور پر یہ منصوبہ بندی نہایت ضروری ہے کہ ایک کاروباری ادارہ، کمپنی یا ایک تاجر اپنے مالی ذرائع کا کس طرح سے استعمال کرے کہ وہ اس کے لیے بہتر سے بہتر انداز میں نفع بخش ہو سکے۔ اسی طرح یہ منصوبہ بندی بھی ضروری ہے کہ انسانی ذرائع کی کتنی مقدار کام میں لائی جائے کہ کاروبار و تجارت فائدہ مند ہو سکے نیز یہ کہ کتنی مقدار میں مصنوعات تیار کی جائیں تا کہ طلب اور رسد میں توازن کو ممکن بنایا جا سکے۔ ظاہر ہے کہ ان تمام کاموں کے لیے بہترین منصوبہ بندی کی ضرورت ہے وگرنہ

---

(۱) بخاری، محمد بن اسمٰعیل، صحیح بخاری، دار طوق النجاۃ، حدیث نمبر: ۲۷۴۲، ۳/۴

کاروبار میں خسارہ مقدر رہے۔وطنِ عزیز کی پاکستان انٹر نیشنل ایئر لائنز جو کبھی جو کبھی دیگر ایئر لائنز کے لیے مثال کا درجہ رکھتی تھی،۳۶۱ارب روپے خسارے کا شکار ہے۔[1]اس خسارے کی بنیادی وجہ یہ رہی کہ بلا سوچے سمجھے ملازمین کو بھرتی کیا جاتا رہا۔اب حالت یہ ہے کہ کمپنی میں ضرورت سے زیادہ ملازمین(Over Employed) ہیں،لہٰذا ایک ہزار ملازمین کو برخواست کیا جارہاہے تاکہ خسارہ کم ہوسکے۔[۲]

خطرات کا بندوبست

دنیاکے ہر کاروبار میں خطرات کا عنصر ہوتا ہے۔آج کی کاروباری دنیامیں اس خطرے کا بندوبست بھی کیا جاتا ہے جسے رسک مینجمنٹ (Management Risk) کہتے ہیں.کاروباری خطرات چھوٹے اور بڑے پیمانے پر ہوسکتے ہیں، یہاں تک کہ کاروباری اشیاء، مثال کے طور پر ایک جگہ سے دوسری جگہ مشینری منتقل کرنے کے لیے بھی یہ بندوبست ہوناضروری ہے۔دورِ حاضر میں اسے (Traveling Insurance) کہاجاتاہے تاکہ سفر کے دوران اگر کوئی حادثہ پیش آجائے اور سامان ضائع ہوجائے توانشورنس کے ذریعے اس کو پورا کیا جاسکے۔

خطرات کا بندوبست شریعت کی نظر میں بالکل بھی ممنوع نہیں ہے بلکہ یہ انتظام توپسندیدہ ہے۔اس لیے کہ اس سے تو یہ ممکن ہے کہ کاروباری حضرات پریشانیوں اور الجھنوں سے محفوظ رہیں گے اور صحت مند فضا میں اپنے کاروباری امور سرانجام دے سکیں۔ایک مسلمان کے لیے اولین تعلیم تو یہ ہے کہ وہ اُن دعاؤں کا التزام رکھے جو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حفاظت کے لیے بتلائی ہیں،اس کے بعد خطرات کا بندوبست کرے۔عہدِ نبوی میں ہمیں خطرات کے بندوبست کی مثالیں ملتی ہیں۔تاجر حضرات جب اپنا مال ایک جگہ سے دوسری جگہ لے کر جاتے تو راستے میں موجود خطرے کی ضمانت چاہتے۔ضامن راستے کی ضمانت دیتا کہ اگر راستے میں کچھ نقصان ہوگیا تو وہ اس نقصان کی تلافی کرے گا۔[۳] اس ضمانت کا یہ طریقہ ضمان خطر الطریق(راستے کے خطرے کی ضمانت) کہلاتا تھا۔

---

(1) Ashraf Malik, PIA, PSM suffer Rs552 bn loss in 10 years, audit reveals,The News,,https://www.thenews.com.pk/print/398206-pia-psm-suffer-rs552-bn-loss-in-10-years-audit-reveals,Accessed on 12/09/2019

(2) Muhammad Asgher, Nearly 1,000 ‘surplus’ PIA employees laid off,08/31/2019, https://www.dawn.com/news/1502704Accessed on 12/09/2019

(۳) حاشیۃ المختار علی الدر المختار للعلامۃ ابن عابدین،۳/ ۳۹۳

خطرے کے بندوبست کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ خطرے کو پھیلا کر تقسیم کر دیا جائے۔ عہد رسالت میں اس کی ایک مثال عاقلہ کی تھی۔ اس سے مراد ایسا بندوبست تھا کہ اگر کسی ایک قبیلے کا شخص کسی دوسرے قبیلے کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تو ۱۰۰ اونٹ دیت یا دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار، دیت کی مد میں مقتول کے ورثاء کو دیئے جاتے تھے۔ دیت کی یہ رقم بعض صورتوں میں قاتل شخص کا پورا قبیلہ برداشت کرتا تھا۔ قبیلے کی سطح پر تلافی کے ازالے کا یہ ایک عمدہ بندوبست تھا جسے نبی کریم ﷺ نے پسند فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں دَواوین مرتب فرمائے اور ان میں درج افراد ایک دوسرے کے معاقل قرار پائے۔ اسی وجہ سے احناف کا کہنا ہے کہ:

" الْعَاقِلَة هم أهل الدِّيوَان"[۱]

کہ جنایت کرنے والے کی عاقلہ اس کے اہل دیوان ہیں۔

عہد رسالت میں قبیلہ ہذیل کی ایک عورت نے دوسری کو پتھر مارا جس سے اس کا حمل ضائع ہو گیا تو آپ ﷺ نے قاتلہ پر دیت واجب کی اور اس کی ادائیگی کا ذمہ اس کی عاقلہ پر ٹھہرایا۔[۲] آج کی کاروباری دنیا میں ایک قسم کے کاروبار سے متعلق بھی عاقلہ قائم ہو سکتی ہے مثال کے طور پر ٹیکسٹائل سے متعلقہ کاروباری افراط افراد کی عاقلہ اور ایک عاقلہ ہر قسم کے کاروبار میں نقصان کی تلافی کی سہولت بھی فراہم کر سکتی ہے۔ کاروباری حضرات کو چاہئے کہ وہ خالص شرعی بنیادوں پر کاروبار کے خطرات کا بندوبست کریں۔ دورِ حاضر میں تکافل کے نام سے انشورنس کا اسلامی متبادل آیا ہے۔ پاکستان میں پاک قطر التکافل بھی اسی کی ایک مثال ہے جو کہ گاڑی اور گھر، اے ٹی ایم سے کیش نکلوانے، دوران سفر ممکنہ نقصانات، آگ اور غرقابی جیسی صورتحال میں نقصانات کے ازالے لیے تکافل کی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ مروجہ تکافل کے بارے میں علماء کے تحفظات ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے موجودہ تکافل کا ماڈل، سود پر مبنی انشورنس سے بہرحال بہتر ہے جس میں انشورنس کے معاملات کو دائرہ حلال میں رکھنے اور حرام سے بچنے کی بہترین کوشش کی گئی ہے۔[۳]

---

(۱) سمرقندی، محمد بن احمد بن علاء، تحفۃ الفقہاء، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۴، ۳/۱۲۱

(۲) بخاری، محمد بن اسمعیل، صحیح بخاری، کتاب الدیات، باب جنین المراۃ، حدیث نمبر: ۶۹۱۰، ۱۲/۲۵۲

(3) .https://www.pakqatar.com.pk/general/about-us/about-company/the-company/

بصیرت مندانہ فیصلے

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی تمام شرائط کو قبول فرمالیا حالانکہ بظاہر وہ سب کی مخالف تھیں مثال کے طور پر یہ کہ اگر قریش مکہ کا کوئی شخص مدینہ چلا گیا تو اسے واپس کیا جائے گا جبکہ کوئی مسلمان اگر مکہ آ گیا تو اسے واپس نہیں بھیجا جائے گا۔ مسلمان اس سال عمرہ کئے بغیر واپس جائیں گے اور اگلے سال آئیں گے تو صرف اور صرف تین دن کے لیے قیام کریں گے اور اس دوران اپنے ہتھیار بھی غلاف میں رکھیں گے۔ یہ تمام شرائط بظاہر سخت تکلیف دہ تھیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس لیے قبول فرمالیا کہ اس سے نوخیز سلطنت کو دس سال کے لیے ایک زبردست سہارا مل رہا تھا۔ ریاست مدینہ کا سیاسی، معاشی اور معاشرتی استحکام یقینی تھا۔ جنگ بندی سے دفاعی اخراجات نہایت کم ہو رہے تھے۔ آئندہ مقابلے کے لیے بہترین موقع مل رہا تھا۔ دعوت و تبلیغ کی نشر و اشاعت کے لیے وسیع میدان ہاتھ میں میسر آ سکتا تھا۔ مسلمانوں کی تعداد میں زیادتی کے زبردست امکانات تھے۔ ان تمام متوقع فوائد کی بدولت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل قائدانہ بصیرت نے اس معاہدے کو قبول کر ڈالا۔ سیرت نبوی کی جامعیت کو مدنظر رکھتے ہوئے مالکان اور مینجرز کو چاہئے کہ وہ بصیرت مندانہ شخصیت کے مالک ہوں اور اس اعلیٰ بصیرت سے امت مسلمہ کی دینی و دنیوی (معاشی) اصلاح کا درد رکھتے ہوں۔ ۲۰۲۰ میں بیٹھ کر ۲۰۴۰ کا سوچتے ہوں کہ آج سے بیس سال بعد دنیا کا نقشہ کیا ہوگا اور دنیا کس قسم کی مصنوعات کی خواہشمند ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری سے قبل مدینہ کے بازاروں پر یہودیوں کا قبضہ تھا۔ بنو قینقاع کا بازار سوق حُباشہ تھا، جہاں غلاموں کی خرید و فروخت ہوا کرتی تھی۔ جسر، وادی بطحان کے نزدیک معروف بازار تھا جہاں زیوارات کے علاوہ تیر و تلوار فروخت ہوا کرتے تھے۔ مسجد نبوی کے شرقی جانب بقیع غرقد میں یہودیوں کا ایک بازار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کے غربی جانب بازار کی بنیاد رکھی۔ اس سلسلے میں بعض اصحاب نے مشورہ بھی دیا تھا کہ یہ جگہ بازار کے لحاظ سے عمدہ ہے۔ بازار کی اس جگہ کا انتخاب لاجواب تھا اس لیے کہ یہ جگہ مدینہ کا داخلی دروازہ (Entrance Point) تھا۔ شام، یمن، مکہ اور یہاں تک مدینہ کے مضافات سے آنے والے تاجر اور ان کے قافلے سب سے پہلے یہیں وارد ہوا کرتے تھے اور بعد میں مدینہ کی دوسری جانب روانہ ہوتے تھے۔ نیز یہ کہ مسلمان تجار بھی اپنی دکانوں کے طفیل غیر ملکی تجارت کا حال معلوم کر لیتے تھے، لہٰذا جغرافیہ اور محل وقوع کے اعتبار سے یہ بہترین تجارتی جگہ (Commercial Location) پر واقع تھا۔ مدینہ کا یہ بازار نہایت کشادہ بھی تھا جہاں آنے والا تاجر بآسانی اپنا سامان اتار بھی سکتا تھا اور سواری بھی باندھ سکتا تھا (گویا وسیع و عریض پارکنگ بھی دستیاب تھی) اور کم وقت میں بازار کا چکر بھی لگالیتا تھا۔ اس بازار میں گندم، کھجور، گھی، چمڑے، کپڑے کی مصنوعات دستیاب

تھیں بلکہ کپڑے کی تو الگ مارکیٹ تھی۔ زیتون اور شہد بھی موجود تھا۔ برتن اور بالخصوص چاندی کے برتن بھی مہیا تھے۔ زیورات، تیر، تلوار بھی دستیاب تھے۔ جانوروں میں اونٹ، گائے، بکریاں اور گھوڑے معروف تھے۔ گویا ایک ہی جگہ ضرورت کی تمام اشیاء دستیاب تھیں جیسا کہ آج کل بڑے سپر سٹورز میں ضرورت کی تمام اشیاء ایک ہی جگہ دستیاب ہوتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے اس بصیرت مندانہ فیصلوں سے مسلمانوں کی تجارت کو چار چاند لگ گئے اور ان کی تجارتیں نیشنل سے انٹر نیشنل ہو گئیں۔ صحابہ کے تجارتی قافلے شام جاتے اور وہاں سے قندیلیں، روغنِ زیتون اور اس سے بنی مصنوعات اور چاندی کے برتن لے کر آتے۔ ہندوستان سے انتہائی قیمتی خوشبو مُشک آتی۔ یہ قافلے جو کہ بیرونی تجارت میں مشغول تھے، بعض اوقات ایک قافلے میں افراد کی تعداد چار سو افراد سے تجاوز کر جاتی[۱]۔ نبی کریم ﷺ کی معاشی بصیرت نے وہ انقلاب برپا کیا کہ وہ مدینہ جہاں کی معیشت پر یہود کی اجارہ داری تھی، وہ ختم ہوئی اور مسلمان معاشی طاقت بن کر ابھرے۔

اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو بہترین تجارتی راہداری سے نوازا ہے۔ سی۔ پیک پاکستان اور چین کے مابین ایک طویل المیعاد منصوبہ ہے۔ پاکستاب بورڈ آف انویسٹمنٹ کے تخمینے کے مطابق اس منصوبے سے حاصل شدہ ٹال کی قیمت پاکستان کے کل بجٹ سے تین گنا ہوگی ۔[۲] اس منصوبے کا ایک معمولی فائدہ تو یہ ہے کہ اس کے توانائی کے منصوبوں سے دس ہزار میگاواٹ بجلی نیشنل گرڈ میں شامل ہوگی۔[۳] ضرورت اس امر کی ہے اس تاریخی موقع پر نہایت بصیرت مندانہ فیصلے کئے جائیں جس سے نہ تو پاکستانی تجارت متاثر ہو اور نہ ہی دونوں ممالک کے اعتماد کو ٹھیس پہنچے بلکہ یہ منصوبہ پاکستان کے لیے ہمہ جہت ترقی کا سبب بن سکے۔

کاروبار کی نگرانی

کاروبار و تجارت میں کڑی نگرانی بڑی قیمت رکھتی ہے۔ انسان خطا کا پتلا ہے اور بسا اوقات درست کام کرتے کرتے ہوائے نفس کا شکار ہو جاتا ہے۔ کاروبار و تجارت میں یہ خطا کچھ زیادہ ہی سرزد ہو جاتی ہے اس لیے کہ نفع کا لالچ اور جلد از جلد امیر ہونے کی تمنا انسان کو غلطی پر آمادہ کرتی ہے۔ انفرادی طور پر تجارت و کاروبار کرنے والا شخص تو خود ہی اپنے کاروبار کا نگران ہوتا ہے لیکن وہ کمپنی، فرم، یا کارخانہ جہاں مزدوروں کی ایک کثیر تعداد کام کرتی ہو،

---

(۱) عبد اللہ بن عبد العزیز بن ادریس، مجتمع المدینۃ فی عہد الرسول، جامعۃ الملک سعود، ریاض، طبع اول: ۱۹۸۲ء، ص: ۲۰۸-۲۱۱

(2) Hassan Khawer, CPEC toll income — myth and reality,The Express Tribune,26th oct,2017, https://tribune.com.pk/story/1541404/6-cpec-toll-income-myth-reality/?,Accessed on 12/9/2019, 10:13

(3) Dr.Ishrat Hussain ,CPEC & Pkistani Economy:An Appraisal,Center of Excellance for CPEC,Islamabad,p.14

شدید نگرانی کے محتاج ہوتے ہیں۔ اگر یہ نگرانی مثبت انداز میں موجود رہے تو ملازمین مثبت انداز میں اپنے تفویض کردہ امور بجالاتے ہیں لیکن اگر گرفت ڈھیلی پڑ جائے تو کام میں لاپرواہی اور خسارہ نوشۂ دیوار ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بددیانتی کا آغاز ہوتا ہے اور کمپنی کی مصنوعات کا معیار گرنے لگتا ہے۔ گاہکوں کا اعتماد آہستہ آہستہ کمزور اور ایک عرصے کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ یوں کروڑوں کا کاروبار کرنے والی کمپنی دیوالیہ پن کا شکار ہوتی ہے۔ دوسری طرف وہ کمپنی جو اپنے صارفین کو عمدہ مصنوعات فروخت کر کے در حقیقت کاروبار کے ساتھ ساتھ ان کے ساتھ تعاون بھی کر رہی ہوتی ہے، اور اسلام کا کاروباری مزاج بھی یہی ہے کہ تجارت اس نہج پر ہو کہ وہ تعاون اور تناصر سے دنیا کے ساتھ ساتھ عقبیٰ کو بھی سنوار دے لیکن مذکورہ طرز عمل میں تو اس تعاون کا دروازہ بھی بند ہو جاتا ہے، لہٰذا کسی بھی کاروبار کی سخت نگرانی بہت ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جب مدینہ میں بازار قائم فرمایا تو اس نگرانی کا بھی اہتمام فرمایا۔ حضور اکرم ﷺ کبار صحابہ کے ساتھ بازار تشریف لے جاتے اور بازار کے معاملات پر نگاہ رکھتے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو غلہ لیے بیٹھا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے دست مبارک غلہ میں ڈالا تو وہ نیچے سے تر معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: «وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا» جو ملاوٹ کرے وہ ہم میں سے نہیں[۱]۔

بازار میں آزادانہ تجارت کو قائم رکھنے کے لیے آپ ﷺ نے شہر کے تاجروں اور آڑھتیوں پر یہ لازم قرار دیا کہ وہ دیہاتیوں سے شہر کے باہر ہی اجناس کی خرید و فروخت نہ کریں۔[۲] اس فرمان کا مقصد یہ تھا کہ اشیاء جب بازار میں پہنچیں گی تو اب مقابلے کی فضاء میں صحیح قیمتوں کا تعین ہو سکے گا۔ ذخیرہ اندوزی سے منع کرنا بھی بازار کی فضاء کو سازگار رکھنا تھا تاکہ مصنوعی قلت سے اشیاء طلب متاثر نہ ہو اور زیادہ طلب اور کم رسد کے نتیجے میں قیمتیں آسمان سے باتیں نہ کریں۔

آج ہمارے کاروبار و تجارت میں خسارے کے اسباب میں سے ایک اہم سبب نگرانی کا نہ ہونا ہے۔ یہی وجہ ہے ہماری اشیاء میں ملاوٹ کی بھرمار ہے۔ جو نہ صرف نقصان دہ بلکہ بعض اوقات تو جان لیوا بھی ہے۔ مثال کے طور پر جانوروں سے دودھ کی زیادہ پیداوار لینے کے لیے ہارمون کا ٹیکا آکسی ٹوکسین (Oxytocin) لگایا جاتا ہے۔ بووائن سوماٹوٹروپین بھی اسی سلسلے میں لگایا جاتا ہے۔ دودھ کے اندر فارمالین کیمیکل (ایک کیمیکل جس کا ایک قطرہ چار لیٹر

---

(۱) قشیري، مسلم بن الحجاج، تحقیق: فؤاد عبد الباقی، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۰۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت، س۔ن، ۱/۹۹

(۲) بخاری، محمد بن اسمعیل، صحیح بخاری، تحقیق: محمد زہیر بن ناصر الناصر، حدیث نمبر: ۲۱۵۰، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ، ۳/۷۱

دودھ کو ۴۸ گھنٹے تک محفوظ رکھتا ہے) بھی استعمال کیا جاتا ہے جو لاشوں کو محفوظ کرنے کے کام آتا ہے۔ ایسے دودھ کے استعمال سے معدہ، گردے اور دل کے مسائل، کینسر، جنم لیتے ہیں جن سے جان بھی جاسکتی ہے۔ (۱)

مشورے کا التزام

اسلام کے ادارتی اور انتظامی منہج میں مشورہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَشَاوِرْهُمْ فِي الأَمْرِ (۲) اے نبی! معاملات میں اپنے اصحاب سے مشورہ کیجئے۔ دوسری جگہ اللہ تعالی نے صالحین کی یہ صفت بیان فرمائی:

﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ﴾ (۳)

کہ ان کے معاملات آپس کے مشورہ سے طے پاتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ سے قبل از نبوت بھی مشورہ ثابت ہے۔ حلف الفضول، حجر اسود کی تنصیب اس کی بہترین مثالیں ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے رؤساء قریش سے مل کے مظلوم کا ساتھ دینے کا عہد کیا اور جنتی پتھر کی تنصیب کی۔ (۴) پہلی وحی کے وقت آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہی لوٹے تھے تاکہ ان کو حالات سے آگاہ کریں۔ غزوۂ بدر میں آپ ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے بارے میں بھی مشورہ طلب کیا تھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قیدیوں سے فدیہ لینے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ آپ ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مشورے کو ترجیح دی تھی۔ (۵) غزوۂ احد میں آپ ﷺ نے اپنے رفقاء سے جب مشورہ طلب کیا تھا تو ادھیڑ عمر اصحاب نے مدینہ میں رہ کر جبکہ نوجوان صحابہ نے مدینہ سے باہر نکل کر اپنے جوہر دکھانے کا مشورہ دیا تھا لہٰذا

---

(۱) آمنہ نوید، ملاوٹ زدہ دودھ، نعمت یا زحمت؟ بلاگ، دنیا نیوز، ۳۰ مئی ۲۰۱۹ء، https://blogs.dunyanews.tv/urdu/?p=9058,Accessed on 12-10-19

مزید دیکھئے: سید عاصم محمود، قدرت کا عظیم تحفہ دودھ جب سفید زہر بن جائے (کالم)، ۹ اکتوبر، ۲۰۱۶ء: لنک ملاحظہ کیجئے: https://www.express.pk/story/621754/

(۲) سورۃ آل عمران: ۱۵۹

(۳) سورۃ شوریٰ: ۳۸

(۴) مبارکپوری، مولانا صفی الرحمن، الرحیق المختوم، المکتبۃ السلفیہ، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص: ۸۹۔ ۹۲

(۵) مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص: ۳۱۳

غزوۂ احد جبلِ احد کے وسیع دامن میں ہی پیش آیا تھا۔[۱] عہدِ نبوی میں شراکت ایک معروف کاروباری طریقہ تھا۔ آپ ﷺ نے اس کو بحال رکھا۔ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں دو شریکوں کے ساتھ تیسرا شریک ہوں جب تک ان میں سے کوئی خیانت نہ کرے جب ان میں سے کوئی خیانت کرتا ہے تو میں ان کے درمیان سے نکل جاتا ہوں۔[۲]

شراکتی کاروبار میں چونکہ ایک سے زائد لوگ ہوتے ہیں اس لیے اس میں مشاورت کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ کمپنی، پارٹنر شپ شراکتی کاروبار کی جدید مثالیں ہیں۔جب ایک سے زائد دماغ کسی مسئلے پر مشاورت کریں تو بہتر حل میسر آتے ہیں۔ان واقعات کی روشنی میں کاروباری ادارے کے مالکان اور مینجرز کو چاہئے کہ کمپنی یا فرم میں تسلط اور جبر کی فضا کو پروان نہ چڑھنے دیں بلکہ افہام و تفہیم کا ماحول پیدا کریں تاکہ مختلف آراء سے استفادہ کر کے کاروبار کو کامیابی سے ہمکنار کیا جاسکے۔ماہرینِ تجارت کا کہنا ہے کہ مینیجرز کے لیے مشورے کا التزام نہایت ضروری ہے۔اس سے نہ صرف یہ کہ کاروبار میں بہتری آتی ہے بلکہ فرم میں عدل و احسان کی فضاء پروان چڑھتی ہے۔[۳]

فرم کے مینیجرز اور ملازمین میں اخلاص کی صفت ہونا بھی ضروری ہے۔اخلاص کی بدولت باہمی اعتماد، قوت خود اعتمادی، اور تعاون کی فضا پیدا ہوتی ہے۔[۴] کاروبار کے انتظام و انصرام کے بارے میں اہلِ مغرب مادی اور تکنیکی اصولوں کو بڑی اہمیت دیتے ہیں جن کے ذریعے مادیت مجتمع ہو جاتی ہے جبکہ اسلام کا نقطہ نظر اس سے بالکل مختلف ہے۔وہ نہ صرف عبادات، بلکہ کاروبار و تجارت میں بھی روحانیت کو پیدا کرنا چاہتا ہے اور نہ صرف دنیوی بلکہ اخروی فلاح کا بھی متمنی ہے۔لہذا اس کے اصولِ تجارت خالص مذہبی بنیادوں پر استوار ہوئے ہیں جو کاروبار و تجارت میں اخلاقی قدار کو فروغ دیتے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اہلِ مغرب کی کاروباری فکر میں اگر اسلام کے ان سنہری اصولوں کو شامل کر دیا جائے تو دنیا ایک نئے تجارتی ماڈل سے روشناس ہو سکتی ہے جس میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔[۵]

ملازمین کے لیے ترغیبات

---

(۱) مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص:۳۴۲،۳۴۱

(۲) ابوداؤد، سنن ابوداؤ، حدیث نمبر:۳۳۸۳، ۳/ ۲۵۶ نیز البیہقی، السنن الکبریٰ، حدیث نمبر:۱۱۴۲۴، ۶/ ۱۶۰، دار قطنی کے الفاظ یہ ہیں«يَدُ اللَّهِ عَلَى الشَّرِيكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ، فَإِذَا خَانَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ رَفَعَهَا عَنْهُمَا»الدار قطنی، ابوالحسن علی بن عمر، حدیث نمبر:۲۹۳۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۲۰۰۴ء، ۳/ ۴۴۲

(3) Dr.OM Ashtankar,Business Management from Islamic Perspective,International Journal of Applied Research,2015,1(10):810

(4) Ibid

(5) Ibid

کاروباری اداروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ملازمین بالخصوص ماہر، دیانت دار اور راست باز ملازمین کو ترغیب کے ذریعے کام پر آمادہ کریں۔ نبی کریم ﷺ ہمیشہ صحابہ کو تجارتی معاملات میں ترغیبات دیا کرتے تھے۔ تجارت میں دیانت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

«التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ»(۱)

سچا اور ایماندار تاجر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا۔

قرضِ حسنہ کے عمل کو معاشرے میں پروان چڑھانے کے لیے حسنِ ادائیگی کی تلقین فرمائی۔ حضرت جابر ؓ سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے قرض لینا تھا۔ سو آپ ﷺ نے حساب چکا دیا اور مجھے کچھ زیادہ بھی دیا۔(۲) حضرت ابو رافع ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جوان اونٹ قرض لیا۔ پھر آپ ﷺ کے پاس زکوۃ کے اونٹ آئے۔ ابو رافع کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے اس آدمی کا اونٹ ادا کرنے کا حکم دیا۔ میں نے کہا اس مال میں تو اس سے بہتر اونٹ (چھ سات، برس کے) چار دانت والے موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہی دے دو۔ کیونکہ لوگوں میں بہترین آدمی وہ ہے جو ادائیگی میں اچھا ہے۔(۳) دورِ حاضر میں آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو سامنے رکھتے ہوئے ایک کمپنی ترغیبات کا درج ذیل طریقہ اپنا سکتی ہے:

ا۔ عمدہ وسلیقہ سے کام کرنے والے ملازمین کو ایک تقریب میں زبانی حوصلہ افزائی یا کارکردگی کے سرٹیفکیٹ کے ذریعے اس کی حوصلہ افزائی کر سکتی ہے۔ حوصلہ افزائی کا یہ اصول نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں بھی ملتا ہے۔ حضرت معاذ ؓ کو نبی کریم ﷺ جب یمن کا قاضی بنا کر بھیج رہے تھے تو مختلف استفسارات سے آپ ؓ کی علمی قابلیت کو جانچا۔ جب معاذ ؓ نے بہترین جوابات عرض کئے تو آپ ﷺ نے اپنے دستِ شفقت سے معاذ ؓ کے سینے کو تھپکا اور فرمایا تمام تعریفیں اس خدا کی ہیں جس نے اپنے رسول ﷺ کے نمائندہ کو ایسی توفیق بخشی جو اس کے رسول ﷺ کی رضا کا سبب ہے۔(۴) (یہ آخری جملہ حضرت معاذ ؓ کی قابلیت پر خراجِ تحسین تھا)

---

(۱) الدارمی، عبد اللہ بن عبد الرحمن، سنن الدارمی، باب فی التاجر الصدوق، حدیث نمبر: ۲۵۸۱، دار المغنی للنشر والتوزیع، المملکۃ العربیۃ السعودیہ، ۲۰۰۰ء، ۳/۱۶۶۳

(۲) بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الاستقراض، باب حسن القضاء، حدیث نمبر: ۲۳۹۴

(۳) مسلم، صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب من استسلف شیئا فقضی خیرا منہ، وخیر کم أحسنکم قضاء، حدیث نمبر: ۱۶۰۰

(۴) احمد بن حنبل، مسند احمد، حدیث نمبر: ۳۶، ۲۲۰۰۷/ ۳۳۳

۲۔ اضافی اوقات (Over Time) کا معاوضہ دے سکتی ہے۔

۳۔ کام کے بہتر انداز کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کے عہدے میں ترقی (Promotion) کر سکتی ہے۔ یہ ترقی اگر بروقت دی جاتی رہے تو ملازمین اپنی فرم اور کمپنی سے بد دل نہیں ہوتے اور دل جمعی سے خلوص کے ساتھ ایک ہی جگہ پر کام کرتے ہیں۔

۴۔ صاحب لیاقت ملازمین کو اعلیٰ جگہوں پر ترتیبی کورسز کروا کر ان کی تعلیمی قابلیت میں اضافہ کر سکتی ہے۔

فارچون ایک امریکی کمپنی ہے جو کمپیوٹر کا کاروبار کرتی ہے۔ کمپنی کو ایک مرتبہ نہایت مشکل حالات سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ فروخت (Sales) کم ہو گئیں اور گاہک دن بدن ٹوٹتے چلے گئے۔ مالکان سر جوڑ کر بیٹھے اور فیصلہ کیا کہ فروخت کو ۱۵ فیصد بڑھانا ہے۔ ۲۵ فیصد نئے گاہک تلاش کرنے ہیں اور اخراجات کو ۲۶ فیصد کم کرنا ہے لیکن یہ سب کیسے کیا جائے؟ فیصلہ ہوا کہ ملازمین سے لیکر سپلائر تک ترغیبات دی جائیں۔ یوں بہترین کارکردگی دکھانے والے افراد کو انعامات دیئے گئے اور دل کھول کر ان کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ ایک سال بعد سالانہ رپورٹ نے مالکان کو یہ بتایا کہ فروخت میں ۱۵ کی بجائے ۲۵ فیصد اضافہ ہوا ہے اور گاہکوں کی تعداد میں ہدف سے بھی زیادہ اضافہ ہو چکا ہے۔ یہ سب کا سب ترغیبات سے ممکن ہوا۔[1]

بروقت تنخواہ کی ادائیگی

ملازمین کو اپنی فرم میں بر قرار رکھنے کے لیے بروقت تنخواہ کی ادائیگی ضروری ہے۔ وہ کمپنیاں یا ادارے جو ملازمین کی تنخواہوں میں دیر کرتے ہیں، ان کے ملازمین ہمیشہ ان سے شاکی نظر آتے ہیں اور ایک نہ ایک دن تنخواہ کی دیر سے ادائیگی کی وجہ سے ملازمین فرم چھوڑ دیتے ہیں جس کے نقصانات دیرپا ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ ایک ایسا ملازم جس کی سوچ سے لے کر کام کرنے کے عمل تک عمدگی ہو، دس ملازم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ وہ کمپنی کو وہ سوچ اور خیالات (Ideas) نہیں دے سکتے جو وہ دیا کرتا تھا۔ مقابلے کی دنیا میں آج صرف سوچ و خیال کی جدت (Ideas) سے ہی کاروبار کو بر قرار رکھا جا سکتا ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے

(۱) ہفت روزہ شریعہ اینڈ بزنس، کراچی، ص:۴

سے پہلے مزدوری دو۔(۱) دوسرے مقام پر فرمایا کہ جو شخص کام تو پورا کروائے لیکن مزدوری پوری نہ دے، ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ بروز قیامت جھگڑا کریں گے۔ (۲)

سنہ ۲۰۱۸ میں چیف جسٹس ثاقب نثار نے از خود نوٹس کیس کی سماعت میں اسپیشل سیکریٹری خزانہ اور اکاونٹنٹ جنرل پاکستان سے استفسار کیا تھا کہ اگلے مہینے کی ۲۴ تاریخ ہو جاتی ہے مگر ملازمین کو تنخواہ نہیں ملتی تو ان ملازمین کے گزر بسر اور تکالیف کا کسی کو اندازہ ہے؟۔(۳) سنہ ۲۰۱۹ میں یہ سلسلہ تعلیمی اداروں تک آن پہنچا ہے۔ آج ہماری صورتحال یہ ہے کہ پاکستان کے اعلیٰ تعلیمی ادارے فنڈز کی قلت کا شکار ہیں اور اساتذہ کی تنخواہیں پوری نہیں ہو رہیں۔(۴) مالی سال ۲۰۱۸۔۱۹ میں اعلیٰ تعلیم کے لیے ۵۷ ارب روپے مختص کئے گئے۔(۵) مالی سال ۲۰۱۹۔۲۰ کے لیے ۱۰۳ ارب روپے درکار ہیں۔ اساتذہ کو اگر تنخواہیں بروقت نہ مل پائیں اور وہ کسی اور شعبہ میں اپنی صلاحیتیں استعمال کریں تو یہ ان کی حقیقی صلاحیتوں کا ضیاع ہے۔ دیگر حکومتی اداروں میں بھی تنخواہ کا تاخیر سے ملنا اب معمول بنتا جارہا ہے جس کی خبریں اخبارات کی زینت بنتی رہتی ہیں کبھی ریلوے ملازمین کی تنخواہوں میں تاخیر تو کبھی سینیٹری ورکرز کے معاوضے بروقت ادا نہیں کئے جارہے، یہ صورتحال کسی طرح بھی ملکی حالات کے لیے موزوں نہیں۔ (۶)

عملے کی کاروباری تربیت

دورِ حاضر میں کاروباری اور غیر کاروباری اداروں میں تربیت (Training) کی ضرورت مسلم ہے۔ اس کے ذریعے افراد کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔ بظاہر یہ کمپنی کے لیے ایک خرچ ہوتا ہے جو اسے اپنے ملازمین پر کرنا پڑتا ہے مگر مستقبل میں یہ خرچ سینکڑوں گنا پیداوار میں اضافے اور بہتری کا سبب بنتا ہے۔ کاروباری اداروں میں اپنے کام کی جگہ پر رہتے ہوئے (On the job training) اور کام کو موقوف کرکے کسی دوسری جگہ (Of the job

---

(۱) ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الرھون، باب أجر الأجراء، حدیث نمبر: ۲۴۴۳

(۲) بخاری، صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۲۲۷، ۵/۸۲

(۳) اے۔ آر۔ وائی نیوز، ۴ مئی، ۲۰۱۸، (لنک ملاحظہ کیجئے:
https://urdu.arynews.tv/cjp-seeks-salaries-payment-certificate-of-government-employees/,Accessed on 12/13/19

(4) Dawn,Editorial,15th Sep,2019. https://www.dawn.com/news/1505301,Accessed on 12-10-2019, 08;10

(۵) ہمایوں سلیم، یونیورسٹیوں کے بجٹ میں کٹوتی۔۔۔بے حسی کی انتہا یا حکومتی مجبوری؟، روزنامہ نئی بات، ۲۴ ستمبر ۲۰۱۹
https://www.naibaat.pk/24-Sep-2019/26502,Accessed on 12-10-2019

(۶) مثال کے طور پر دیکھئے نوائے وقت، ۳۰ مئی ۲۰۱۹، ۱۳، اکتوبر ۲۰۱۹، (لنک ملاحظہ کیجئے:
https://www.nawaiwaqt.com.pk/30-May-2019/1022627,Accessed on 12/13/19

(training)تربیت لینا بہت ضروری ہے۔ کسی بھی کام کی ٹریننگ دراصل تعلیم و تعلم ہی تو ہے جس کی قرآنِ مجید نے ہمیں ہدایت کی ہے۔ یہ تعلیم و تعلم وحیِ خداوندی کے ماتحت ہونا چاہئے[۱]۔ جو لوگ تعلیم و تعلم میں مشغول ہوں ان کے لیے بڑے درجات ہیں[۲] اور وہ معاشرے کے ممتاز افراد ہیں، دیگر افراد ان کی ہمسری نہیں کرسکتے[۳]۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تعلیم سے آراستہ فرمایا تھا اور ایسی تربیت فرمائی تھی کہ عہدِ نبوی میں ہی ایسے صحابہ منظر عام پر آئے جو آپ ﷺ کی غیر موجودگی میں اجازتِ نبوی سے لوگوں کو مسائل بتایا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے نہ صرف دینی بلکہ عصری علوم کے لیے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کو ترغیب بھی دلائی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو عبرانی زبان سیکھنے کا حکم فرمایا۔[۴] حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انسابِ قریش کا خوب علم رکھتے تھے۔ لوگ مسجدِ نبوی میں آپ رضی اللہ عنہ سے علم الانساب سیکھتے۔[۵] تیر اندازی، گھڑ سواری کا سیکھنا سکھانا (فوجی تربیت) بھی معروف تھا۔ عہدِ رسالت کی ورق گردانی سے طبیبوں اور جراحوں کے حالات بھی معلوم ہوتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی صحابیات ابتدائی طبی امداد اور موجودہ نرسنگ کے پیشے سے خوب واقف تھیں اور جنگوں میں زخمیوں کو طبی امداد پہنچایا کرتی تھیں[۶]۔ صحابیات کا اس قدر تربیت یافتہ ہونا خود اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ بار بار کی تربیت سے ہی اس قدر مشّاق ہوئی ہوں گی۔ ایک مرتبہ ایک صحابی بیمار ہوئے تو آپ ﷺ عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور استفسار فرمایا کہ کہ تمہارے محلے میں کوئی طبیب ہے؟ جواب میں دو نام بتلائے گئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو ان میں سے ماہر ہو، اسے بلاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اس بات پر بھی زور دیا کہ علوم میں تخصیص پیدا کی جائے۔ (تخصیص کے لیے بار بار کی ٹریننگ درکار ہے)۔[۷]

---

(۱) سورۃ العلق:۱

(۲) سورۃ المجادلۃ:۱۱

(۳) سورۃ الزمر:۹، سورۃ الرعد:۱۶

(۴) امام احمد بن حنبل، مسند احمد، تحقیق: شعیب الارنوط اور دیگر، حدیث نمبر: ۲۱۶۱۸، مؤسسہ الرسالۃ، ۲۰۰۱ء، ۳۵/۴۹۰

(۵) مجتمع المدینۃ فی عہد الرسول، ص:۲۳۲

(۶) اس موضوع پر مطالعہ کے لئے دیکھئے: ابن حجر العسقلانی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، تحقیق: عادل احمد عبد الموجود و علی محمد معوض، رقم:۱۱۱۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول:۱۴۱۵ھ، ۸/۱۳۶، نیز: ، مسلم، صحیح مسلم، حدیث نمبر:۳، ۱۸۱۰/۱۴۴۳

(۷) ڈاکٹر حمید اللہ، خطبات بہاول پور، اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی، ۱۹۹۷ء، ص: ۳۱۹-۳۲۰

ملازمین کو تربیت (Training) دلوانے سے قبل یہ جان لینا ضروری ہے کہ جس ملازم کو تربیت دلوائی جارہی ہے اس کی ذہنی صلاحیت کیسی ہے اور ملازمت سے متعلقہ علم، مہارت اور تجربہ اس کے پاس کتنا ہے؟ کیا تربیت اس کے علم اور مہارت میں کوئی بہتری لاسکتی ہے؟[1] ان نکات کو مدنظر رکھا جائے تو دورِ حاضر میں پرائیویٹ اور سرکاری اداروں میں وہ ملازمین جو موبائل، کمپیوٹر، لیپ ٹاپ کے استعمال سے ناآشنا یا مہارت نہیں رکھتے، انہیں انفارمیشن ٹیکنالوجی سے متعلقہ تربیت دینا بہت ضروری ہے تاکہ ان کے کام میں بہتری لائی جاسکے۔ نوجوان ملازمین کو جدید اپلی کیشنز اور سافٹ ویئرز کی تربیت دینا انتہائی ضروری ہے اور پھر انہی ملازمین کو یہ پابند کرنا بھی ضروری ہے کہ وہ غیر تربیت یافتہ عملے کو تربیت دینے کا اہتمام کریں۔ دورانِ تربیت تمام ضروری اشیاء (Training Tools) کی فراہمی بھی اشد ضروری ہے تاکہ وقت اور پیسے کے ضیاع کو بچایا جاسکے۔

کاروبار کی بہتری میں تکنیکی تربیت کے ساتھ ساتھ روحانی تربیت بھی ضروری ہے اور اس میں بھی روحانی تربیت کو برتری حاصل ہے اس لیے کہ یہ تربیت تکنیکی تربیت پر اثرانداز ہو کر اسے اور بھی موثر اور فائدہ مند بنادیتی ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ تربیت کنندگان بھی اخلاق اور روحانیت کی دولت سے مالامال ہوں کیونکہ شخصیت لازمی اثرانداز ہوتی ہے۔

سہولیات کی فراہمی

کسی بھی کاروبار کو بہتر انداز سے چلانے کے لیے ضروری ہے کہ کمپنی یا فرم کو بہترین افرادی قوت (Labor Force) میسر آتی رہے اور مصنوعات عمدہ اور احسن انداز میں فروخت ہوتی رہیں۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب مالک اپنے ماتحتوں کو بھی انسان تصور کرے اور ان کی ضروریات کا احساس کرنے کے بعد انہیں سہولیات فراہم کرے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ تمہارے ہاں کام کرنے والے تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالی نے ان کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ انہیں وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور انہیں وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو اور اس کام کی تکلیف نہ دو جو ان سے نہ ہوسکے۔ اسے ایسا کام کہا جو اس سے نہ ہوسکے تو (مالک کو) چاہئے کہ خود اس کی مدد کرے۔[۲] اس حدیث میں متعدد اسباق مضمر ہیں۔ ایک تو یہ کہ مزدوروں کو بھائی قرار دے کر مالک اور مزدور کے مابین ممکنہ احساسِ

---

(1) Dr.Aamir Elnaga and Ms.Amen Imran,The Effects of Training on Employee Performance,European journal of Business and Managent. Vol.05,No.04,2013,7, ISSN222-2839

(۲) بخاری، صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۰، ۱/۱۵

برتری اور تفاخر کی نفی کر دی گئی ہے۔اس لیے کہ دولت تو اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی عطا ہے اور جو چیز عطا میں حاصل ہو اس پر فخر کیسا؟ دوسرے یہ کہ مثالی اجرت اور مثالی سہولیات کا درس دیا گیا ہے جن کی بدولت ایک کمپنی یا فرم پوری مارکیٹ میں ممتاز ہو جاتی ہے اور ہر مزدور، کاریگر کی تمنا ہوتی ہے کہ اسے اس کمپنی میں ملازمت مل جائے اور جب کسی کو ایسی فرم میں ملازمت مل جاتی ہے تو وہ تادم حیات اسے چھوڑنے کا سوچتا بھی نہیں اور ایک شخص جب ایک طویل عرصہ ایک ہی جگہ ایک ہی کام کرے تو اس کے کام میں اور اس کے ہاتھ میں کاریگری پیدا ہوتی ہے جس سے مصنوعات عمدہ اور دلکش ہوتی چلی جاتی ہیں جن کے دام اگرچہ مہنگے بھی ہوں تو گاہک یہ قیمت ادا کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ دوسری صورت میں جب کمپنی بے روزگاری کی وباء کو غنیمت سمجھتے ہوئے کم سے کم تنخواہ پر ملازمین کو کام پر مجبور کرے تو ملازمین آئے روز نئی نوکری کے انتظار میں رہتے ہیں۔ جہاں موقع ملے، پچھلی نوکری کو خیر آباد کہنے میں دیر نہیں لگاتے خواہ انہیں وقتی طور پر نقصان ہی اٹھانا پڑے۔ اس کے دُور رس اثرات جو مرتب ہوتے ہیں، اس کا انداز صرف تاجر اور صنعتکار ہی لگا سکتے ہیں۔ پیداوار (Production) کا عمل سست روی کا شکار ہوتا ہے۔ ناتجربہ کار کاریگر کو سکھاتے سکھاتے تجربہ کار کاریگر کے گھنٹوں برباد ہوتے ہیں اور ناتجربہ کار کے ہاتھوں مصنوعات کا نقصان الگ۔ اس حدیث میں تیسرا حکم یہ ہے کہ مزدوروں سے ان کی استطاعت کے مطابق کام لو، لہٰذا ضروری ہے کہ ان کے اوقات کار کی تحدید کر دی جائے۔ اس سے مزدوروں کی کام کرنے کی رفتار بڑھے گی اور وہ صحت مند اور چاک و چوبند بھی رہیں گے وگرنہ بیماری اور لاغری انہیں آگھیرے گی جس کا نتیجہ چھٹیوں پر منتج ہوگا جو کمپنی کے لیے سراسر نقصان ہے۔

وطن عزیز میں استطاعت کے مطابق کام لینے کے حوالے سے مثبت اور منفی دونوں رویے پائے جاتے ہیں۔ پاکستان ان ممالک کی فہرست میں دنیا کے تیسرے نمبر پر آتا ہے جہاں غلامی کی حالت میں جبری طور پر مشقت لی جاتی ہے اور ۲۰ لاکھ لوگ جبری مشقت کا شکار ہیں۔ اور وہ شعبے جہاں پر جبری مشقت زیادہ پائی جاتی ہے وہ محکمہ زراعت اور اینٹیں پکانے کے شعبے کے ساتھ ساتھ تمباکو، کماد کی فصل اور پتھر کرشنگ کا شعبہ ہے یہ دو شعبے (زراعت اور بھٹے) واجبی طور پر منظور شدہ ہوتے ہیں۔ بچوں کو منفی طور پر قائل کیا جاتا ہے کہ تمہارے کام کرنے کی وجہ سے پورا خاندان قرض سے نجات پا جائیگا اور والدین جانتے ہوئے بھی اپنے بچوں سے کام کرنے کا وعدہ لے لیتے ہیں۔[۱] لوک سجاگ[۱] کی ایک اور رپورٹ کے مطابق ایک مزدور نے اجرت نہ ملنے کی وجہ سے پچاس ہزار قرض کی خاطر مجبوری کی بناء پر اپنا بیٹا گروی رکھ دیا۔[۲]

(1) The State of Pakistan’s Children 2013,SPARC,April 2014,P.177

صاحبِ لیاقت افراد کی قدر

بہترین کاروبار اور اس کی انتظامی صلاحیت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ اس کے منیجر ز اور مالکان کو چاہئے کہ وہ اپنے صاحب لیاقت افراد پر بھرپور توجہ دیں اور انہیں اپنے لیے عظیم سرمایہ سمجھیں اس لیے کہ ان کی سمجھ بوجھ، علمی استعداد، ذہنی وجسمانی مہارت سے جو نفع کمپنی کو مل سکتا ہے، شاید سینکڑوں افراد کا لشکر وہ نفع نہ دے سکے۔ ملازمین پر توجہ دینے کے مختلف انداز ہو سکتے ہیں مثلاً یہ کہ:

ا۔ منیجر ز اور مالکان اپنے ماتحت ملازمین کو ان کے ناموں سے پکاریں۔ انہیں اپنائیت کا ایسا احساس دیں کہ وہ فرم یا کمپنی کو اپنا گھر تصور کرنے لگیں۔ اس سے ملازموں کے دل میں اپنے منیجر ز کی جو قدر بیٹھتی ہے، ہزاروں روپے اس کا مداوا نہیں کر سکتے اس لیے کہ ہر شخص انفرادی توجہ کا طلب گار ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کا یہ اسوۂ حسنہ ہے کہ آپ ﷺ ہر شخص پر بھرپور توجہ دیتے تھے۔ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کو اپنا دکھ درد بتاتا تو وہ محسوس کرتا کہ اس کا درد، آپ ﷺ کا درد ہے۔ اگر کوئی خوشی کی بات سناتا تو محسوس کرتا کہ اس کی خوشی تو آپ ﷺ کی خوشی ہے۔ ذیل میں ہم اس توجہ کے چند نمونے ذکر کریں گے:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ قوم کے بدترین شخص سے بھی پورے روئے انور کی توجہ اور الفت و محبت کے ساتھ گفتگو فرماتے تاکہ وہ آپ ﷺ کی جانب راغب ہو جائے۔ آپ ﷺ کا یہ محبت بھرا رویہ میرے ساتھ بھی تھا۔ یہاں تک کہ مجھے حقیقت میں یہ گمان ہونے لگا کی آپ ﷺ کے نزدیک سب سے قریب میں ہوں۔[۳] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ (بعض اوقات) اپنی بات تین مرتبہ ارشاد فرماتے تاکہ سننے والا اسے اچھی طرح سمجھ لے۔[۴]

۲۔ صاحبِ لیاقت اور قابل ملازمین کو اپنی فرم میں برقرار رکھیں اور انہیں ہاتھ سے نہ جانے دیں وگرنہ اعلیٰ دماغوں کی دوسری جگہ منتقلی سے ناقابلِ تلافی نقصان ہو سکتا ہے۔

---

(۱) "پنجاب لوک سجاگ" ایک سماجی تنظیم ہے جو پاکستان میں متبادل میڈیا کے طور پر کام رہی ہے۔ لوک سجاگ کی جانب سے پنجاب بھر کے تمام اضلاع میں سماجی وسیاسی شعور کے لیے یہ ویب سائٹ چلائی جارہی ہے۔

(۲) ایضاً ملازم، لوک سجاگ، ۷ ستمبر ۲۰۱۶

(۳) ترمذی، محمد بن عیسیٰ، شمائل ترمذی (الشمائل المحمدیۃ والخصائل المصطفویۃ)، باب ما جاء فی خلق رسول اللہ ﷺ، حدیث نمبر: ۳۴۵، تحقیق: سید بن عباس الجلیمی، المکتبۃ التجاریہ، مصطفیٰ احمد الباز، مکۃ المکرمۃ، ۱۹۹۳ء، ۱/ ۲۸۵

(۴) صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من اعاد الحدیث ثلاثا لتفھم عنہ، ۱/ ۹۵

۳۔ اگر کہیں کسی قابل ملازم کے بارے میں پتہ چلے کہ وہ آپ کی کمپنی میں اپنی خدمات سر انجام دینا چاہتا ہے تو ممکن طریقے سے اسے فرم کا حصہ بنانے کی کوشش کریں، بالخصوص جب وہ اپنے کام میں مہارت کے ساتھ دیانت دار و دیندار بھی ہو۔ آپ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابو جہل کے بارے میں دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! ان دو میں سے کسی ایک کے ذریعے اسلام کو تقویت دے۔ آپ ﷺ کی یہ دعا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول ہوئی اس لیے کہ عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کو پسند تھے لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ اسلام لائے[۱]، تو اسلام کو جو تقویت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعے ملی، کعبۃ اللہ میں پہلی مرتبہ مسلمانوں کا نماز پڑھنا اس کا ادنیٰ سا نمونہ تھا۔

وطنِ عزیز میں قابل افراد کی کمی نہیں، پرائیویٹ اداروں میں انتہائی اہل افراد کی تعیناتی کی جاتی ہے مگر سرکاری عہدوں (بشمول، دینی و مذہبی، کاروباری، انتظامی) پر ان کی تعیناتی زبر دست کرپشن کی شکار ہے۔ جعلی ڈگریوں کے حامل افراد قومی اسمبلی کی نشستوں اور ملازمتوں پر براجمان ہیں۔ جنوری ۲۰۱۹ میں وزارت ہوا بازی ڈویزن کی جانب سے انکشاف کیا گیا کہ پی۔ آئی۔ اے کے ۷۰۰ افراد کی ڈگریاں جعلی ہیں۔ ان کے خلاف کاروائی کرتے ہوئے ۴۰۲ افراد کو ملامتوں سے بھی نکالا گیا۔[۲] اسی سلسلے میں ۱۶ پائلٹ کے لائسنس بھی جعلی ڈگریوں کی بنا پر معطل کر دئے گئے۔[۳]

نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ یہ ہے کہ اگر کوئی ملازم قابل ہے تو اس کا عہدہ اس کی قابلیت کی بنیاد پر طے ہونا چاہئے. بعض صحابہ باوجودیکہ وہ عمر میں کم تھے لیکن قابلیت میں بہت سوں سے آگے تھے، نبی کریم ﷺ نے انہیں بڑی بڑی ذمہ داریاں عطا فرمائیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نوجوان صحابی تھے جو شروع میں ایمان لائے، دونوں ہجرتیں کیں اور تمام غزوات میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہے۔ آپؓ کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو قرآن کو ایسے پڑھنا چاہتا ہے جیسے کہ وہ اترا ہے تو اسے چاہیے کہ ابن ام عبد کی طرح پڑھے۔)[۴] (اس واقعے میں جہاں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قابلیت اور لیاقت کی داد ہے وہیں یہ بھی سبق ہے کہ ٹریننگ اور تربیت کے لیے بہتر سے بہتر اور قابل سے قابل کی تلاش ہونی چاہئے جو دین و دنیا کا ماہر ہو۔

---

(۱) مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص:۱۴۷

(۲) روزنامہ نوائے وقت، ۲۰ مئی، ۲۰۱۹ (لنک ملاحظہ کیجئے:
https://www.nawaiwaqt.com.pk/20-May-2019/1018081,Accessed on 12-14-19 08:50 AM

(3) Dawn News,09 January,2019, https://www.dawn.com/news/1456452,Accessed on 12-14-19, 09:15 AM

(۴) احمد بن حنبل، مسند، مسند عبد اللہ بن مسعود، حدیث نمبر:۴۲۵۵، ۷/۲۸۷

۵۔ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کو عہدے دے کر انہیں ایک شناخت عطا فرمایا کرتے تھے۔ جس شخص کو جو عہدہ دیا جاتا، یہ اس کی قابلیت دلیل ہوتی تھی۔ آپ ﷺ کا یہ طرزِ عمل حالتِ امن وجنگ دونوں میں یکساں رہتا تھا۔ مثال کے طور غزوہ احد میں آپ ﷺ نے مہاجرین کا علم حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو، اوس کا علم حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور خزرج کا علم حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو عطا کر کے مہاجرین و انصار کو ایک شناخت عطا فرمائی۔ [1] حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حج کے موقعہ پر امیر بنایا اور اپنی زندگی میں منصبِ امامت پر سرفراز فرمایا۔ خیبر کے موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علَم دیا۔ یہ اس لیے تھا کہ جب کسی کو ایک شناخت دینے کے بعد عہدہ دیا جائے گا تو اب وہ اپنے اس عہدے کا پاس رکھتے ہوئے اپنے امور سر انجام دے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حالانکہ ان عہدوں سے بے نیاز تھے اور خلوص وللّٰہیت میں نمونہ تھے لیکن امور کی پاسداری اور احساسِ ذمہ داری کو جلا بخشنے کی خاطر نبی کریم ﷺ نے اس تقسیم کا بندو بست فرمایا۔ کمپنی مالکان اور مینجرز کو چاہئے کہ وہ(Designation) کو اپنی فرم کا شعار بنائیں۔ خوبصورت اور عزت بھرے القاب سے اپنے ماتحتوں کو عہدوں سے نوازیں. اس سے کمپنی کی کارکردگی میں اضافہ ہوگا اور ملازمین کم تنخواہ پر بھی کام کرنے پر آمادہ ہوں گے۔

ماتحت ملازمین کی عزتِ نفس کا خیال

ایک مینجر اور مالک کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ماتحت ملازمین کی عزتِ نفس کا خاص خیال رکھے اور کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے ان کی عزتِ نفس مجروح ہوتی ہے وگرنہ ملازمین سے فائدے کی بجائے نقصان کی توقع رکھنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تکریم کی اعلیٰ منازل عطا فرمائی ہیں اور کسی کو برے نام سے پکارنے، تمسخر اڑانے کی اجازت نہیں دی۔ [2] اگر کوئی شخص کسی خاتون کو تہمت سے رسوا کرے تو اس کی سزا، اسی درے بھی متعین فرمائی۔ [3] گویا ہر طرح سے انسان کی تکریم کو محفوظ بنایا۔ نبی کریم ﷺ نے متعدد مقامات پر تکریم انسانیت اور عزت نفس کی اہمیت بتلائی۔ ایک موقع پر مؤمن کی حرمت اس کے مال وجان کی حرمت کو اللہ کے نزدیک کعبۃ اللہ کی حرمت سے عظیم تر بتایا اور فرمایا کہ مومن کے ساتھ بد گمانی بھی اسی طرح حرام ہے لہٰذا حکم ہے کہ مومن کے ساتھ اچھا گمان کریں۔ [4]

---

(۱) مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص:۳۴۳

(۲) دیکھئے سورۃ الحجرات:۱۱

(۳) دیکھئے سورۃ النور:۴

(۴) ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲، ۳۹۳۲/۱۲۹۷

حضرت سعد رضی اللہ عنہ آہن گری کا کام کرتے تھے جس سے ان کے ہاتھ سخت اور کھردرے ہو گئے، ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے مصافحہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں کی سختی کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لوہے کا کام کرتا ہوں اور ہتھوڑا چلاتا ہوں۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھوں کو چوم لیا اور فرمایا یہی وہ ہاتھ ہے جسے جہنم کی آگ کبھی نہیں چھوئے گی۔[1] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس سال تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کبھی اُف تک نہ کہا۔[2] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو نہ مارا۔[3]

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ملازمین کی عزت نفس کا خاص خیال رکھا جائے اور بار بار کی غلطی پر سرزنش کی بجائے تادیب کا عنصر ملحوظ خاطر رہے۔

نفع میں اعتدال

نفع ہر کاروبار کا بنیادی محرک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نفع پسندی انسانی فطرت میں ودیعت رکھ دی ہے لہٰذا ہر انسان چاہتا ہے کہ اسے کاروبار میں زیادہ سے زیادہ نفع ہو لیکن اسلام جو کہ دینِ فطرت ہے، عدل واحسان کا حکم دیتا ہے۔ عدل سے کام لیتے ہوئے اتنا نفع لو کہ نہ تو تمھارے ساتھ ظلم ہو اور نہ ہی تم کسی پر ظلم کرو اور اگر اپنے نفع میں سے بھی کچھ چھوڑ دو تو یہ نہایت ہی محبوب ہے اس لیے کہ یہ عمل احسان ہے جو اللہ تعالیٰ کو نہایت محبوب ہے۔[4] دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے کامیاب لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ حاجت مندوں کو اپنی جان پر ترجیح دیتے ہیں۔[5] حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا شمار مالدار صحابہ میں ہوتا ہے۔ کسی نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

«بم نلت هذه الثروة؟ فرد عيه عبد الرحمن قائلا: ما بعت دينا ولا استقليت ربحا»

کہ آپ تونگری کے اس مقام پر کس طرح پہنچے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں کبھی ادھار پر مال فروخت نہیں کیا اور نہ ہی کبھی نفع کو کم جانا (یعنی کم نفع پر بھی مال فروخت کیا اور زیادہ کی امید نہ رکھی)۔

---

(۱) ابن اثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ۲۲۴۰

(۲) مسلم، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴، ۲۳۰۹/۱۸۰۴

(۳) ترمذی، شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر: ۱، ۳۴۹/۲۸۸

(۴) سورۃ البقرۃ: ۱۹۵

(۵) سورۃ الحشر: ۹

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ فروخت کئے اور نفع میں آپ رضی اللہ عنہ کو صرف ان کی رسیاں ہی بچ پائیں جنہیں آپ رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار درہم میں فروخت کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اے گروہِ تجار کم منافع کو کونہ ٹھکراؤ ورنہ زیادہ سے بھی محروم رہ جاؤ گے۔ [۱] امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ کم نفع پر قناعت نہیں کرتے اور زیادہ نفع دھوکے کے بغیر حاصل نہیں ہوتا [۲]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس طرزِ تجارت میں عوام الناس کے لیے فائدہ ہی فائدہ ہے کہ پروڈکٹ کی قیمت جب کم ہوتی ہے تو لوگوں کی بڑی مقدار اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہے، گویا یہ تاجروں کا عوام کے ساتھ حقیقی تعاون ہے اور دنیا کے ذریعے عقبیٰ کی بہترین خرید وفروخت ہے اور اسلام کی منشا بھی یہی ہے کہ اہلِ ایمان کی دنیا آخرت کا زینہ ہو۔ دوسری جانب فرم اور کمپنی کے لیے بھی ترقی کے بے پناہ مواقع ہیں کہ جب اس کی مصنوعات زیادہ مقدار میں فروخت ہوتی ہیں تو نفع کا تناسب بھی بڑھ جاتا ہے لہٰذا کاروباری انصرام کے اس بنیادی اصول کا پاس رکھا جانا ضروری ہے۔ وطنِ عزیز میں ناجائز منافع خوری ایک وبا بن چکی ہے۔ گزشتہ ایک سال سے مہنگائی کا ایک طوفان ہے جو رُکنے کا نام نہیں لیتا۔ اشیاء کے نرخ نہ صرف دُوگنے بلکہ چوُگنے ہو چکے ہیں۔ نومبر کے مہینے میں اوپن مارکیٹ میں ٹماٹر ۲۵۰ سے ۲۷۰ روپے، پیاز ۸۰ سے ۹۰ روپے، لہسن ۲۹۰ سے ۳۰۰ روپے، ادرک ۳۲۰ سے ۳۵۰ روپے کلو فروخت ہوتا رہا۔ [۳]

عملی نمونہ

کمپنی کے مینجرز کو چاہئے کہ ماتحتوں کے سامنے عملی نمونہ ثابت ہوں اس لیے کہ ماتحتوں کو صرف حکم دینے اور ان پر زور زبردستی کرنے سے وقتی گزارہ تو ہو سکتا ہے لیکن ماتحتوں کے اندر وہ جذبہ پیدا نہیں کیا جا سکتا جو عملی نمونے سے ہو سکتا ہے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد جب مسجد نبوی کی تعمیر کا موقعہ آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے لیے قائدانہ کردار ادا کرتے ہوئے مسجد نبوی کی تعمیر میں بھرپور حصہ لیا۔ غزوۂ احزاب میں صحابہ نے خندق کھودی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کھدائی میں شانہ بشانہ مصروف رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کدال کی ضربوں نے خندق کی چٹانوں کو

---

(۱) احیاء العلوم، ۲/۱۰۳

(۲) احیاء العلوم، ۲/۱۹۹۔۱۰۲

(۳) روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۱۷ نومبر، ۲۰۱۹ء۔
https://www.nawaiwaqt.com.pk/17-Nov-2019/1080354,Accessed on 12-14-19,11:10 AM

پاش پاش کیا اور اس کے طول و عرض میں وہ اضافہ کیا کہ عمرو بن عبدود جیسے اس کو کبھی نہ پھلانگ سکے۔[۱] اس سے معلوم ہوا کہ مینجرز میں وہ جذبہ ہونا چاہئے کہ وہ اپنے کردار کے ذریعے فرم کے ملازمین کو کام پر آمادہ کر سکیں۔ اس سے سستی، لاغری، بے اعتنائی، لاپرواہی، بددلی جیسے زخموں پر حوصلہ افزائی کے مرہم اکسیر ثابت ہوتے ہیں اور کمپنی کی پیداوار میں دن دگنارات چگنا اضافہ ہوتا ہے۔ کمپنی کے اخراجات، مصنوعات کی قیمت کم ہوتے ہی اپنائیت کا جذبہ پروان چڑھتا ہے اور ترقی کو مہمیز ملتی ہے۔

نتائج و سفارشات

۱۔ نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ میں تجارت و کاروبار کی کامیابی کے اصول پنہاں ہیں، ضرورت اس امر کی ہے مسلمان تاجر ان اصولوں کو اپنائیں تاکہ نبوی تجارت کا نمونہ سامنے آسکے۔

۲۔ جامعات میں بزنس ایڈمنسٹریشن کی تعلیم میں مغربی افکار و نظریات پر انحصار کیا جاتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ مغربی معاشیات میں دینیات اور اخلاقیات کے لیے جگہ نہیں جبکہ نبوی معاشیات کی اساس ہی دینیات اور اخلاقیات پر ہے۔ اس امر کی شدید ضرورت ہے بزنس ایڈمنسٹریشن کے طلبا و طالبات کے لیے نبوی معاشیات کی تدریس لازم قرار دی جائے اور مغربی افکار کی تطہیر کی جائے۔

۳۔ مدارس عربیہ میں سیرت رسول ﷺ کی تدریس میں یہ ضروری ہے کہ طلباء کو سیرت کے تجارتی پہلوؤں اور ان کی عصری تطبیقات سے روشناس کروایا جائے تاکہ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے کما حقہ استفادہ کیا جاسکے۔

---

(۱) الازہری، پیر کرم شاہ، ضیاء النبی، ص:۳۵

ساز و غنا کی حدود: سیرت النبی ﷺ کا اختصاصی مطالعہ

ڈاکٹر زاہدہ شبنم [۱]

ڈاکٹر عتیق امجد [**]

ABSTRACT

In the present era where evil forces are introducing a new civilization as a new global system for all nations of the world. Media of every country and region is assisting this so called freedom of expression. This time music and songs are not only overcoming all the entertainments but also it is not possible to get rid of this actively serious discussions and intellectual research. On the other hand a large section of Muslims is sure about the gulf that might be created as considering it a religious sermon. Especially persons known as religious scholars and even 'Naat' could not be saved by this effort. The holy month of 'Rabiul-Awal' is famous in the context of Holy Prophetﷺ . In this connection, forgetting the real teachings of Holy Prophet ﷺ , least literate of ummah are committed to introduce a new version of Islamic way of life. These activities are being performed on the name of 'Seerat-un-Nabi ﷺ' and love with Holy Prophetﷺ . Hence it is necessary to focus on the guidelines provided by the life study and sunnah of the Holy Prophetﷺ in this connection. That is the ony question which gives realization of the importance of evaluating these research principles. So in these pages, in the light of incidents of Holy Prophetﷺ and collection of Hadith, the effort has been made to understand the status of music and songs.

۱ اسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

** پرنسپل گورنمنٹ کالج، ماموں کانجن، ضلع فیصل آباد

دور حاضر میں جبکہ طاغوتی طاقتیں نئے عالمی نظام کے نام پر تمام ملل واقوام میں اپنی تہذیب داخل کر رہی ہیں اور ہر علاقے اور ملک کا میڈیا آزادی اظہار کے نام پر ان سے خوب معاونت بھی کر رہا ہے۔اس وقت موسیقی اور گانا تمام تر تفریحات پر نہ صرف غالب آ رہا ہے بلکہ نہایت خشک علمی تحقیقات اور سنجیدہ موضوعات کے اوقات میں بھی اس سے چھٹکارہ ممکن نہیں رہا۔ اور دوسری طرف دین کا حکم سمجھ کر ایک بڑا مسلم طبقہ اس سے بالکل نفور ہے، محسوس ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ امت مسلمہ میں ایک گہری خلیج پیدا کر دے گا، خصوصی طور پر جب کہ نعت رسول مقبول ﷺ بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکی، اور مذہبی ٹی وی چینل اپنے متانت سے بھرپور پروگراموں اور بعض انتہائی قابل قدر تبلیغی بیانات کے پس منظر میں بھی ہلکا ساز ڈال کر اسوۂ حسنہ کی امین امت میں قابل قبول بنا رہے ہیں۔ رسالت مآب ﷺ کی ولادت کے ضمن میں ربیع الاول کا ماہ شہرت رکھتا ہے، جس کی مناسبت سے بعض حلقے اسلامی طرزِ زندگی کا ایک مختلف اسلوب، عوام میں متعارف کروانے پر مصر ہیں۔اور یہ سب سیرت النبی ﷺ اور محبت رسول ﷺ کے نام پہ فروغ پا رہا ہے، پس یہ ضروری ہے کہ دیکھا جائے کہ آپ علیہ السلام کی زندگی مبارک اور آپ ﷺ کی سنت مبارکہ سے اس ضمن میں کیا راہنمائی ملتی ہے؟ یہی وہ سوال ہے جو اس موضوع کو تحقیقی اصولوں پر پرکھنے کی اہمیت کو دوچند کر دیتا ہے لہٰذا ذیل کے صفحات میں اس موضوع پر رسول اللہ ﷺ کی نبوی حیات مبارکہ کے واقعات اور کم و بیش آپ کی تمام احادیث کی روشنی میں اسلام کے حکم کو سمجھنے اور موسیقی اور گانے کی شرعی حیثیت کا تحقیقی جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔ بعون اللہ تعالیٰ، قرآن مجید میں براہ راست ساز کے مختلف آلات کے نام لئے بغیر اپنے مخصوص اسلوب کے مطابق اس سلسلہ میں بھی ایسے الفاظ و اسماء کا تذکرہ مذمتی انداز میں کیا ہے جن سے معنوی وسعت پیدا ہو سکے۔ کثیر مقامات پر قرآن مجید و فرقان حمید کا اسلوب یہ ہے کہ وہ کسی بھی شے کے بارے میں اصولی حکم، اس کی مختلف صورتوں، ملتی جلتی حالتوں اور حدود و شرائط کو مد نظر رکھتے ہوئے یا تو توسع فی المعنی پیدا کرنے کے لئے انسب الفاظ استعمال کرتا ہے یا عدم گنجائش کی بنا پر معنوی ضیق کے اظہار کے لیے ایسے الفاظ و کنایات کو استعمال کرتا ہے جو اپنے لغوی، لسانی، معاشرتی، علمی اور ثقافتی پس منظر میں موزوں ترین ہوتے ہیں۔ کلمات و کردار کے ساتھ اسوہ حسنہ کی حفاظت کی حقیقی کد و کاوش کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی تفسیری اقوال و روایات کے مطابق ساز کی شرعی حیثیت پر کلام ربانی میں چار آیات کو بطور خاص پیش کیا جاتا ہے، جو کہ یہ ہیں۔

پہلی آیت کریمہ: ((وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِيْ لَهْوَالْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ))(۱) ترجمہ: اور لوگوں میں سے وہ، جو 'لھو الحدیث' خریدتے ہیں، تاکہ علم کے بغیر، اللہ کے راستہ سے گمراہ کریں۔اس آیت میں "لھو" کے معنی، کھیل تماشااور اہم کاموں سے غافل کردینے والا بتایا جاتا ہے۔(۲) عمومی معنی میں "لھو" ایسی شے اور کام کے لئے بولا جاتا ہے جو ایک مومن کو اس کے مقصدِ تخلیق، فکرِ آخرت اور رضائے رب کے حصول کے کاموں سے غافل کردے، یا اس مفہوم میں معنوی وسعت پائی جاتی ہے، اور ہر غافل کردینے والی چیز اور کام "لھو الحدیث" شمار ہوگا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے خاص معنی بھی مراد لیا ہے، اور وہ غنا اور آلات موسیقی ہیں. جیسے عبد اللہ بن عباس، ابن مسعود اور جابر رضی اللہ عنھم، جبکہ تابعین میں سے حضرت عکرمہ، مجاھد، حسن بصری، میمون بن مہران، سعید بن جبیر، قتادہ، نخعی، عمرو بن شعیب اور علی بن حذیم جیسے اکابر مفسرین نے اس سے مراد غنا ہی لیا ہے۔(۳)

دوسری آیت کریمہ: ((اَفَمِنْ هَذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ oوَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَoوَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ))(۴)

ترجمہ: کیا تم اس کلام پر تعجب کرتے ہو، ہنستے ہو، روتے نہیں ہو اور تم سامد (کھیل کود میں مست) ہو؟

علامہ قرطبی نے سورہ لقمان کی آیت ٦ کے ذیل میں دو آیات درج کی ہیں، ان میں سے ایک مذکورہ آیت ہے، ان آیات سے علمائے کرام، فقہائے عظام اور فاضل مفسرین نے حرمت موسیقی پر استدلال کیا ہے۔اس آیت کریمہ کے ضمن میں ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حمیری زبان میں غنا کو سمود کہتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر بھی اپنی تفسیر میں یہ قول لائے ہیں۔(۵) سامد کا معنی تکبر، سر اٹھانا، غافل کرنا اور متحیر ہونا آتا ہے:(۶) (السامد : اللاهي، الغافل ، الساهي ، المتكبر، القائم ، المتحير) (۷)سامد۔ لہو و لعب میں مبتلا، غافل، بھولنے والا، متکبر، کھڑا ہونے والا، حیران ہونے والا ہے۔اسی طرح لسان العرب، ج:۳، ص:۲۹ میں بھی سامد

---

(١) سورہ لقمان (۳۱)، ٦،

(٢) ابن منظور الافریقی: جمال الدین محمد بن مکرم: علامہ، لسان العرب، بیروت، دار الفکر، الطبعہ الاولی ۱۴۱۰ھ، ج:۱۵، ص:۲۵۸

(٣) تفسیر قرطبی، ج:۱۴، ص:۴۸؛ تفسیر ابن کثیر، ج:٦، ص:۱۰۳۵

(٤) سورہ النجم، (۵۳)۵۹۔٦۱

(٥) تفسیر ابن کثیر، ص:۸۰

(٦) تفسیر قرطبی، ج:۱۷، ص:۱۰۹

(٧) زبیدی، سید مرتضی (۱۲۰۵ام)، تاج العروس من جواهر القاموس، ج:۲، ص:۳۸۱

بمعنی غنا بتایا گیا ہے۔ سید مودودی نے لکھا ہے کہ آیت کا اشارہ اسی طرف ہے کہ کفار مکہ قرآن کی آوز دبانے اور لوگوں کی توجہ دوسری طرف ہٹانے کے لیے زور زور سے گانا شروع کردیتے تھے۔[۱] مفسرین کرام، فقہائے عظام میں سے کثیر اہل علم نے اس سے مراد غنا ہی لیا ہے۔ سامدون کا معنی گانا بجانے والے اس لیے بھی کیا گیا ہے کہ کہا جاتا ہے اسمدی لنا (اسمدلنا :غن لنا) یعنی گانا بجا کر ہمیں غافل کردو۔[۲]

تیسری آیت کریمہ: (وَاسْتَفْزِزْمَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِيْ الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ، وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلاَّ غُرُوْراً)۔[۳] ترجمہ: ان مین سے جن پر تیرا بس چلے اپنی آواز سے پھسلالے، ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھالے، مال اولاد میں ان کے ساتھ ساجھی بن جا اور ان سے وعدے کرلے اور شیطان ان سے محض دھوکے ہی کے وعدے کرتا ہے۔

علامہ قرطبی نے سورۃ لقمان کی آیت ۶ کے تفسیری معنی کی وضاحت کے لیے یہ آیت بھی پیش کی ہے۔[۴] اس آیت کریمہ میں شیطان کو اپنی صوت (آواز) سے لوگوں کو پھسلانے کی اجازت دی گئی ہے تاکہ اللہ اپنے صاحبِ استقامت مومن بندوں کو آزمائے اور پھر ان کی استقامت کے اجر وثواب میں اضافہ کردے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے مراد غنا، مزامیر اور کھیل تماشا لیا ہے۔ حضرت مجاہد نے بھی اس سے یہی لیا ہے۔ ضحاک اس سے مراد مزمار کی آواز بیان کرتے ہیں۔[۵]

چوتھی آیت کریمہ: ((وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْابِالَّلغْوِ مَرُّوْاكِرَاماً))۔[۶] ترجمہ: اور وہ کسی "زُور" میں شریک نہیں ہوتے اور اگر کسی لغو پر ان کا گزر ہو تو وقار سے گزر جاتے ہیں۔ مفسرین حرمت موسیقی پر بطور دلیل اس آیت کو بھی پیش کرتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں "زُور" کلمہ استعمال ہوا ہے جس کے لغوی معنی جھوٹ اوشتر باطل کے ہیں اس سے کیا مراد ہے؟ امام مجاہد، امام محمد بن حنفیہؒ، امام ابوحنیفہ، امام ابن

(۱) تفہیم القرآن، ج:۵، ص:۲۲۴

(۲) تفسیر ابن کثیر، ج:۴، ص:۱۲۸۰

(۳) سورہ الاسراء(۱۷) : ۶۴

(٤) تفسیر قرطبی، ج:۱۷، ص:۱۰۹

(٥) ایضا، ج: ۱۰، ص:۲۵۰

(٦) سورہ الفرقان(۲۵): ۷۲

(۷) تفسیر ابن کثیر، ص:۹٦٦

قیم وغیرہ نے غنا کو جھوٹ میں شامل کیا ہے۔ آیت کریمہ کے اگلے حصہ [واذا مرو بالغو مروا کراما] میں لغو سے مراد لایعنی، فضول اور بے مقصد قول اور فعل لیا گیا ہے۔(۱)

چونکہ اسوہ حسنہ نبی محترم ﷺ کی زندگی مبارک ہی ہے، لہذا موسیقی اور غنا کی حرمت پر مفسرین وفقہاءِ اسلام نے احادیث مبارکہ سے بھی استدلال کیا ہے اور یہ احادیث بہت زیادہ ہیں، لیکن موسیقی کی حرمت کے منکرین نے بھی احادیث رسول اللہ ﷺ سے استدلال کیا ہے، خاص طور پر درج ذیل فعل پیش کرتے ہیں،(حدثنا خالد بن ذکوان عن الربیع رضی اللہ عنہا قالت :دخل النبی ﷺ غداۃبنی علی فجلس علی فراشی کمجلسک منی و حویریات یضربن بالدف و یندبن من قتل من ابائی یوم بدرحتی قالت جاریۃ: 'وفینا نبی یعلم مافی غد، فقال النبی ﷺ لاتقولی ھکذا وقولی ماکنت تقولین)(۲) ترجمہ: نبی علیہ السلام ولیمہ کی صبح میرے پاس تشریف لائے اور میرے چارپائی پر اسی طرح بیٹھے جس طرح تم بیٹھے ہوئے ہو جب کہ چھوٹی بچیاں دف بجاتے ہوئے بدر کے شہداء کا مرثیہ گا رہی تھیں کہ اسی اثناء میں ایک بچی نے شعر گایا 'اور ہم میں ایک نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں" اس پر نبی علیہ السلام نے فرمایا: تم یوں نہ کہو، بلکہ وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھی۔"

ثقافت اسلامیہ کے باب میں آپ ﷺ کا یہ فرمان نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ یہ اور اس مضمون پر چند احادیث کی بناء پر اہل علم میں ساز اور غنا کی حرمت وحلت میں علمی اختلافات سامنے آئے۔ اگرچہ اہل علم کی غالب اکثریت بعض مواقع مسرت پر ساز اور غنا کی بعض خفیف صورتوں کے علاوہ ان کے جواز کے قائل نہیں، مولانا محمد شفیع نے اس سلسلہ میں بتیس احادیث نقل کی ہیں جو ان کی کتاب "احکام القرآن" کی تیسری جلد کے ص ۲۰۵ سے ۲۱۳ پر پھیلی ہوئی ہیں، اس کے علاوہ انہوں نے ایک الگ اور مستقل پرچہ بھی اس موضوع پر تالیف کیا ہے" اسلام اور موسیقی" کے عنوان سے، اس میں ۴۲ احادیث جمع کی گئی ہیں۔ علامہ شیخ عبداللہ یوسف نے "احادیث ذم الغنا والمعازیف فی المیزان" کے عنوان سے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں چھیانوے احادیث ہیں، یہ احادیث اپنے موضوع کے ہر پہلو پر مشتمل ہیں، اگرچہ علامہ البانی نے ان احادیث کی تخریج کرتے ہوئے صرف آٹھ کو صحیح، ستر کو ضعیف اور اٹھارہ کو موقوف قرار دیا ہے، لیکن البانی صاحب کا موقف بھی موسیقی کی حرمت کا ہی ہے۔ انہوں نے بھی "تحریم آلات الطرب" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ محمد حسین کلیم نے " حرمت ساز و آواز" کے عنوان سے ایک رسالہ اردو

---

(۱) تفسیر قرطبی، ج:۱۳، ص:۷۸

(۲) نواب صدیق حسن خان، الحِطہ فی ذکر الصحاح الستہ، دراسۃ وتحقیق علی حسن حلبی، دار الجیل، بیروت، طبع ندارد، باب ثالث، ص:۱۳۶

زبان میں تصنیف کیا ہے اس میں انہوں نے آٹھ احادیث مبارکہ گلوکاروں کی مذمت میں اور سترہ احادیث، ساز کی مذمت میں پیش کی ہیں۔ اگرچہ حرمت سازوغنا کے مضمون پر مشتمل واردہ روایات زیادہ تر ضعیف ہیں لیکن ضعیف روایات کے بارے میں قاعدہ ہے، کہ کچھ اسباب ایسے ہیں جن کا ازالہ کثرت طرق سے ہو جاتا ہے، اور وہ یہ ہیں۔-۱اختلاط و وہم -۲تدلیس -۳قوت حفظ میں خرابی ، ان اسباب کے ساتھ شرط یہ ہے کہ اگر راوی بذاتہ متدین اور صادق ہو تو کثرت طرق سے اس کے ضعف کا ازالہ کر کے اسے حسن لغیرہ کا درجہ دیا جاتا ہے۔ جبکہ دوسری قسم کے اسباب وہ ہیں جن پر کثرت طرق کے اثرات مرتب نہیں ہوتے ، اور وہ یہ ہیں ۔ -۱راوی پر کذب کی تہمت ۔ ۲شذوذ۔ -۳فحش الغلط۔ ان اسباب کی بنا پر روایت کا ضعف ، کثرت طرق سے زائل نہیں ہو گا، اس حسن لغیرہٖ روایات کا تذکرہ بالخصوص ترغیب وترہیب میں جائز ہے۔[۱] یہ تو حرمت موسیقی پر واردہ کل احادیث کا تذکرہ تھا۔ اب ان احادیث کو زیر بحث لایا جائے گا جن کی تعداد اگرچہ کم ہے لیکن "صحیح" ہیں اور جن کو اپنے معنی میں واضح، روشن اور کھلی ہدایات (آیات واحادیث صحیحہ) کے بغیر رد کرنا نہ تو جائز ہے اور نہ ہی امت مسلمہ کا تعامل ہے۔

نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ (ليكونن من امتى اقوام يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف)[۲] ترجمہ:

"میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو بدکاری، ریشم، شراب اور سازوں کو حلال کر لیں گے"

الجامع الصحیح میں یہ روایت بالجزم تعلیق کے ساتھ روایت ہوئی ہے، امام بخاری کے الفاظ یہ ہیں۔(وقال ہشام بن عمار حدثنا صدقة بن خالد ۔۔۔۔الخ)ہشام بن عمار امام بخاری کے استاد ہیں امام صاحب نے ان سے براہ راست استفادہ کیا ہے۔ البتہ یہ روایت صراحتِ سماع کے ساتھ بیان نہیں کی گئی۔ بنابریں حافظ ابن حزم نے اس پر انقطاع کا حکم لگایا ہے ، لیکن اول تو انہوں نے انقطاع کا حکم لگاتے ہوئے خود غلطی کا ارتکاب کیا ہے اور لکھا ہے۔(ھذا منقطع ولم يتصل مابين الصحيح بخارى و صدقة بن خالد)[۳] جب کہ امام بخاری اور صدقہ کے درمیانِ ہشام بن عمار کا واسطہ واضح طور پر موجود ہے۔ دوم یہ کہ یہ حدیث منقطع بھی نہیں ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اس پر تفصیلاً بحث کی ہے[۴] یہ روایت دیگر اسانید سے بھی مروی ہے اور ان اسانید سے منقطع واقع نہیں ہوئی۔ علامہ البانی نے بھی "تحريم آلات الطرب" میں ان اسانید کا ذکر کیا ہے ۔ امام بخاری کے علاوہ اس روایت کو ابن حبان ،حافظ

---

(۱) نووی، یحی بن شرف، الاذکار، تحقیق عامر بن علی یاسین، دار ابن خزیمہ ریاض، طبع اولی ۲۰۰۱، ص :۹

(۲) صحیح بخاری، کتاب الاشربۃ، ح: ۵۵۹۰

(۳) بحوالہ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی (م ۸۵۲ھ)، فتح الباری، دار السلام ریاض، طبع اول، ج: ۱۰، ص: ۶۵

(٤) فتح الباری، ج: ۱۰، ص: ۷۱۔۶۵

اسماعیلی، حافظ ابن الصلاح، علامہ نووی، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر، علامہ سخاوی، ابن العزیز صنعانی، امیر الصنعانی وغیرہم نے بھی صحیح قرار دیا ہے[۱] ابن الصلاح نے صراحت سے لکھا ہے۔ (والحدیث صحیح معروف بالاتصال لشرط الصحیح) [۲] یعنی یہ حدیث صحیح کی شرط کے ساتھ صحیح متصل مشہور ہے۔ مذکورہ جن صاحبان نے اس روایت کو صحیح کہا ہے ان میں سے حدیث کی صحت وضعف میں ذرا بھر تساہل سے کام نہ لینے والے بھی شامل ہیں۔

اس موضوع پر دوسری صحیح حدیث یہ ہے: (الصوتان ملعونان فی الدنیا والآخرۃ مزمار عند نعمة ورنة عند مصيبة) [۳] ترجمہ: " دو آوازیں ایسی ہیں جو دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں ایک نعمت کے موقع پر مزمار اور دوسرا مصیبت کے وقت چیخنا چلانا۔" علامہ ہیثمی [۴] اور علامہ منذری [۵] نے اس روایت کے رجال کو ثقہ قرار دیا ہے، علامہ البانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [۶] اس روایت کی تائید ایک حسن لغیرہ روایت سے بھی ہوتی ہے، جو مختلف کتب حدیث میں ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: (صوت عند نعمة لهو ولعب و مزامير الشيطان، و صوت عند مصيبة لطم وجوه وشق جيوب) [۷]

تیسری صحیح حدیث: (ان الله حرم علی الخمر والميسر والكوبة، قال: كل مسكر حرام) [۸] ترجمہ: "بے شک اللہ نے مجھ پر خمر، میسر اور کوبہ کو حرام کیا ہے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔"

چوتھی صحیح حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے: (ان الله عزوجل حرم الخمر والميسر والكوبة والغبيراء وكل مسكر حرام) [۹] ترجمہ: "بے شک اللہ عزوجل نے شراب، جوا، کوبہ، مکئی کی شراب کو حرام قرار دیا ہے اور ہر نشہ دینے والی شے حرام ہے" اس حدیث کے راوی عمرو، الولید بن عبدہ جمہور کے نزدیک ثقہ اور موثق

---

(۱) البانی، ناصر الدین، تحریم آلات الطرب، مکتبہ الدلیل، طبع اول، ۱۹۹۷ء، ص: ۳۸ تا ۴۰

(۲) ابن صلاح، عثمان بن عبد الرحمٰن (م ۶۴۳ھ)، المقدمہ، مطبعۃ السعادۃ مصر، طبعہ اولی، ۱۳۲۶ھ، ص: ۹۰

(۳) مجمع الزوائد، ج: ۳، ص: ۱۳

(٤) مجمع الزوائد، ج: ۳، ص: ۷۵

(٥) المنذری: عبد العظیم (م ۶۵۶ھ)، الترغیب والترہیب، تحقیق ابوعبیدہ، مکتبۃ المعارف ریاض، طبع اول ۱۴۲۴ھ، ج ۴، ص: ۳۵۰

(٦) آلات الطرب، ص: ۵۱، ۵۲

(۷) حاکم: ابوعبداللہ، محمد بن عبداللہ، الامام، الحافظ (م ۴۰۵ھ) المستدرک علی الصحیحین، بیروت، دار المعرفۃ، ج: ۲ ص: ۵۰۴

(۸) ابوداؤد، کتاب الاشربۃ، باب فی الاوعیۃ، ح: ۳۶۹۶

(۹) ابن حنبل، احمد، الامام (۲۴۱ھ)، المسند، بیروت، دار الکتب العلمیہ، طبعہ اولی، ۱۴۱۳ھ، ۱۹۹۳ء مسند عبداللہ بن عمر، ج: ۲، ص: ۱۶۱،

ہیں، لہٰذا ان کی روایت حسن درجہ سے کم نہیں ہے۔ امام بیہقی نے اسے ان الفاظ میں تخریج کیا ہے۔(ان ربی حرم علیّ الخمر والمیسر والکوبة والقنین والکوبة الطبل)(۱)

پانچویں حدیث: جو صحت کے حکم کے ساتھ بیان کی گئی ہے وہ ایک واقعہ پر مشتمل ہے، الفاظ ہیں۔(کنت مع ابن عمر فسمع صوت طبل فادخل اصبعیه فی اذنیه ثم تنحّیٰ حتی فعل ذلک ثلث مرات ثم قال ہکذا فعل رسول الله ﷺ) (۲)میں ابن عمرؓ کے ساتھ تھا انہوں نے طبل کی آواز سنی تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں، پھر باہر نکالیں، تین مرتبہ یونہی کیا، اور فرمایا کہ نبی مکرم ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ اگرچہ ابو داؤد کی یہ روایت حسن ہے جب کہ علامہ ابن الوزیر الیمانی نے توضیح الافکار میں لکھا ہے "صحیح علی الاصح" یعنی سب سے صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔(۳)

چھٹی حدیث عمران بن حصینؓ کی روایت پیش کی ہے: (یکون فی ہذہ الامة خسف ومسخ و قذف فقال رجل من المسلمین یا رسول اللهﷺ ! ومتی ذاک؟ قال :اذا ظہرت القیان والمعازف وشربت الخمور)(۴) ترجمہ:"اس امت میں خسف (زمین میں دھنسائے جانا)، مسخ (شکلوں کا بدلنا) اور قذف (تہمت زنی) کے واقعات ہوں گے۔ آپ ﷺ سے ایک مسلمان نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ واقعات کب ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب آلات موسیقی، گانے بجانے والیاں اور شراب عام ہو جائے گی" اس روایت کو علامہ البانی نے السلسلة الصحیحه کی حدیث نمبر ۱۶۰۴ پر درج کیا ہے۔ چونکہ اس مفہوم کو حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کی صحیح بخاری میں موجود روایت بھی ادا کرتی ہے۔ اس کی تائید میں بہت سی روایات موجود ہیں، جو حضرت علی، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو امامہ، حضرت انس، حضرت ربیعہ اور حضرت عبد الرحمن بن ثابت رضی اللہ عنہم سے بسند صحیح مرسل مروی ہے۔(۵) ایک اور حدیث میں نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:(الجرس مزمار

---

(۱) بیہقی ابو بکر احمد بن الحسین بن علی، الامام الشیخ، معرفة السنن والآثار، (تحقیق: سید کسروی حسن) بیروت دار الکتب العلمیه طبعه و سن ندارد ج:۱، ص:۲۲۲

(۲) قزوینی: ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ: الامام الحافظ (م ۲۷۳ھ)، السنن، ابواب النکاح، باب اعلان النکاح، ریاض: دار السلام، طبعۃ اولیٰ ۱۹۹۹ء، ح:۱۹۰۱

(۳) ایضاً ج:۱، ص:۱۵۰

(٤) ترمذی: ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، (م ۲۷۹ھ)، الجامع المختصر من السنن عن رسول اللہ، کتاب الفتن، باب المسخ والخسف، دار السلام، طبعۃ اولیٰ: ۱۹۹۹ء، ح: ۲۲۱۲

(٥) تحریم آلات الطرب، ص ۶۳-۶۸

الشیطان)[۱] "گھنٹی شیطان کا ساز ہے"۔ اسی طرح حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:(لا تدخل الملائكة بيتا فيه جلجل ولا جرس)[۲] ترجمہ:"جس گھر میں گھنگھرو اور گھنٹیاں بجتی ہوں، اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔" حضرت عائشہؓ سے بھی گھنگرو کی مخالفت میں روایت آتی ہے۔ سنن ابی داؤد میں بتانہ مولاۃ عبدالرحمن بن حیان انصاری کا بیان ہے:(بينها هي عندهااذ دخل عليها بجارية وعليها جلاجل يصوتن فقالت لاتدخلنها علی الاان تقطعوا جلاجلها)[۳] "میں حضرت عائشہؓ کے پاس تھی کہ ان کے پاس ایک لونڈی لائی گئی جس کے گھنگرو بندھے ہوئے تھے جن سے آواز آ رہی تھی تو سیدہ عائشہؓ نے کہا: گھنگرو کاٹے بغیر اسے میرے پاس مت لاؤ"۔ اپنے اس فعل اور کراہت پر حضرت عائشہؓ نے حدیث سے دلیل بھی دی ہے۔اسی میں فرماتی ہیں:(سمعت رسول الله ﷺ يقول لاتدخل الملئكة بيتا فيه جرس)[۴] "میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں گھنٹی ہو"

اس طرح حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک لونڈی حاضر ہوئی جس کے پاؤں میں گھنٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ تو حضرت عمرؓ نے انہیں کٹوا دیا۔ اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہے۔[۵] حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عمرؓ کی روایات میں اگرچہ سنداً کمزوری موجود ہے مگر حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرۃؓ کی روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت ابوہریرۃؓ کی روایت میں جرس کو شیطان کا مزمار کہا گیا ہے اور شیطانی کاموں پر ہی تو فرشتے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے اور ان سے دور رہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور سیرت مبارکہ کے یہ اہم نِکات اور بہت سے دیگر دلائل کی بناء پر جو کہ بہت مضبوط اور پختہ بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ علماء اسلام آلات موسیقی کی حرمت کے فتوی میں متفق ہیں اور ہر دور کا تعامل امت آلات موسیقی کی حرمت پر دلیل ہے، تعامل امت اگر قرآن و سنت کے برعکس نہ ہو تو وہ((صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ...))[۶] کے حکم میں

(۱) مسلم القشیری نیساپوری، الصحیح، کتاب اللباس والزینۃ، باب کراھۃ الکلب والجرس فی السفر، دارالسلام ریاض، ۱۹۹۹ء، طبع اول، ح: ۶۲

(۲) نسائی: احمد بن شعیب (م ۳۰۳ھ)، السنن الصغری، کتاب الزینۃ من السنن، فزع الخاتم عند دخول الخلا، ریاض: دار السلام، طبعۃ اولیٰ ۱۹۹۹ء، ح: ۵۲۲۴

(۳) ابوداؤد، کتاب الترجیل، باب ماجآء فی الجلاجل، ح: ۴۲۳۰

(٤) مسند احمد، حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ح: ۲۶۱۰۶، ص: ۲۸۰

(٥) ابوداؤد، کتاب الترجیل، باب ماجآء فی الجلاجل، ح: ۴۲۳۰

(٦) سورۃ الفاتحہ (۱): ۷

داخل ہے۔ البتہ درج ذیل چند حدود و شروط کے ساتھ، دف کی اجازت دی گئی ہے۔ ۱) دف آٹا چھاننے والی چھلنی جیسی ہو۔ جس کے ساتھ جرس یا جلاجل "گھنگرو" نہ بندھے ہوں۔ ۲) دف بجانے والی کم سن بچیاں ہوں۔ ۳) دف کے ساتھ گائے جانے والے اشعار ملی یا جہادی ترانے ہوں۔ یا پھر حقیقت حال پر مبنی سادہ مگر مترنم آواز میں پڑھے جانے والے بول ہوں۔ ۴) ترانے یا قصیدے کے الفاظ ذو معنی نہ ہوں کہ ان سے فحش اشارے ملتے ہوں۔ ۵) یہ مترنم آوازیں اور دف محض وقتی تفریح کا باعث ہوں نہ کہ کل وقتی اور لہو ولعب کی طرف مائل کرنے والی عادات۔ ۶) اس جہادی، مدحتی یا مذمتی غنا اور دف کو باقاعدہ پیشہ ورانہ مغنیات سے محفوظ رکھا جائے۔ ۷) دف کی اس اجازت کو عادت نہ بنالیا جائے، محض تہواروں کے ایام تک اس کو محدود کر دیا جائے۔ ۸) اسے سننے اور اس پر سر دھننے کے لیے کارآمد افراد امت، مردان کار اور مردانہ معاشرہ اس کا اہتمام نہ کروائے اور نہ ہی ان محافل میں شریک ہو کر وقت کے ضیاع کا باعث بنے۔ ۹) ہاں البتہ اگر پہلے سے موجود ہوں اور اہتمام سے اس غنا و دف کو نہ سنا جائے تو وہاں موجود رہنا اور اٹھ کر نہ جانا جائز ہے۔ ۱۰) گانے کے بول خوشی کے اظہار اور نعمت کے ملنے پر شکر الٰہی کا انداز لیے ہوئے ہوں۔ یہ وہ شرائط اور حدود ہیں جو مختلف روایات جو کہ دف یا غنا کی اباحت پر دلیل ہیں کو مد نظر رکھ کر استنباطی انداز میں مرتب کی گئی ہیں۔ تاہم اس استنباط کے دلائل کو مزید تفصیل کے ساتھ پیش کرنا بھی نہایت اہم ہے، تاکہ زیر بحث موضوع پر سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ وسعت کے ساتھ کیا جاسکے۔ اس سلسلہ میں درج ذیل دلائل کا جائزہ لینا نہایت اہمیت رکھتا ہے ا۔ یوم عید کے روز بچیوں کا گانا بجانا۔[1] ۲۔ استقبال محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے یثرب شہر کی چھتوں پر بچیوں کا ہجوم اور ان بچیوں کا اظہار خوشی کرنا۔ ۳۔ حضرت بریدہؓ کی روایت جس میں ایک سیاہ فام لونڈی کا آپ ﷺ کی سلامتی، غزوہ سے واپسی پر بطور نذر دف بجانا۔[2] ۴۔ عید کے دن چند حبشی آدمیوں کا مسجد نبوی ﷺ میں برچھیوں سے کھیل کھیلنا۔[3] ۵۔ حضرت عائشہ کو کسی گانے والی سے گانا سننے کی اجازت دینا۔[4] ۶۔ حضرت عائشہؓ کی کسی عزیزہ کی شادی پر دلہن کے پاس گانا گانے اور دف بجانے کی اجازت دینا۔[5] ۷۔ حضرت ام سلمہؓ کا گانے والی لونڈی کو دیکھ کر گانے سے منع کرنا اور نبی ﷺ کا اجازت دینا کہ آج عید کا دن

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب الجراب والدرق (۲)، ۹۴۹

(۲) ترمذی، باب فضائل عمرؓ، ح: ۳۶۹۰؛ بیہقی، ج: ۱۰، ص: ۷۷

(۳) مسلم، کتاب صلاۃ العیدین، باب الرخصۃ فی اللعب الذی لا معصیۃ فیہ، ح: ۲۰۶۴

(٤) مسند احمد، ح: ۱۵۲۹۳، ۵، ۳، ص: ۴۴۹

(٥) مجمع الزوائد، ج: ۴، ص: ۳۷۹

ہے۔[۱] ۸۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا بانسری کی آواز سن کر اپنے کان بند کر لینا اور ساتھ چلنے والے (ابن عمرؓ) کو اس کا حکم نہ دینا اور اسی طرح حضرت ابن عمرؓ کا فعل اور حضرت نافعؒ کو کان بند کرنے کا پابند نہ کرنا۔[۲] ۹۔ نزول وحی کے طریقوں میں سے ایک طریقہ صلصلة الجرس ہونا۔[۳] ۱۰۔ حضرت الربیعؓ کی شادی پر بچیوں کا دف بجانا۔[۴]

یہ وہ دس دلائل ہیں جن سے موسیقی کی حرمت یا پھر کم از کم رسول اللہ ﷺ کی شدید نفرت کا اظہار بظاہر نہیں ہوتا، جب کہ اسلاف امت سے غالب جمہور نے موسیقی کی مطلق حرمت پر اتفاق کیا ہے۔ تعامل امت سے بھی موسیقی کے قابل نفرت اور دین سے متضاد ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ لہٰذا ان دس دلائل کی تحقیق و تخریج نہایت ضروری ہے تا کہ موسیقی اور اس سے لطف اندوز ہونے کی شرعی حیثیت واضح ہو سکے، آنے والے صفحات پر ان دس دلائل کا شق وار جائزہ لیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

1۔ **یوم عید اور بچیوں کا گانا بجانا۔** حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں: (دخل علی رسول اللهﷺ وعندی جاریتان تغنیان بغنا ء بعاث فاضطجع علی الفراش وحول وجهه ودخل ابوبکرؓ فانتهرنی وقال مزمارة الشیطان عندالنبی ﷺ فاقبل رسول اللهﷺ فقال،دعهما، فلما غضل غمرتهما فخر جتا)[۵] ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے، اس موقع پر دو چھوٹی بچیاں جنگ بعاث کے گیت گا رہی تھیں۔ آپ ﷺ بستر پر دراز ہو گئے اور اپنا رخ دوسری طرف کر لیا۔ (اسی اثنا میں) حضرت ابو بکرؓ گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے ان کو دیکھ کر مجھے سرزنش کی اور کہا: نبی ﷺ کے گھر میں شیطانی ساز؟ تو (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ متوجہ ہوئے اور فرمایا: انہیں چھوڑ دو (گانے دو)۔ پھر جب حضرت ابو بکرؓ دوسرے کام میں مشغول ہو گئے تو میں نے انہیں چلے جانے کا اشارہ کیا تو وہ دونوں چلی گئیں“ (یہ عید کا دن تھا) (صحیح بخاری میں ایک اور مقام پر اس واقعہ پر

---

(۱) طبرانی: ابو القاسم (م ۳۶۰ھ) المعجم الکبیر، [بیروت: دار الکتب العلمیہ، طبعہ اولیٰ ۱۴۲۸ھ] ح: ۵۵۸، ص: ۲۶۵۔ ۲۶۴

(۲) ابو داؤد، کتاب الادب، باب کراھیۃ الغناء والمزمار، ح: ۴۹۲۴

(۳) ابن حبان: ابو حاتم (م ۳۵۴ھ)، الاحسان فی تقریب الصحیح، [لبنان: بیت الافکار الدولیہ، طبعہ و سن ندارد] کتاب الوحی، باب ذکر وصف نزول الوحی، ح: ۳۸، ص: ۵۰

(٤) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب (۱۲)، ح: ۴۰۰۱

(٥) ایضا، کتاب العیدین، باب الحراب والدرق (۲)، ح: ۹۴۹

مشتمل روایت میں ((عندی جاریتان)) جگہ ((عندھما قینتان)) کے الفاظ آتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے درج ذیل نکات متحقق ہوتے ہیں:

۱۔ جہادی ترانے یا بہادری کے گیت یا قومی واقعات یا فتوحات پر مشتمل گانے گائے جاسکتے ہیں۔ ۲۔ مختلف تہواروں اور خوشی کے مواقع پر تفریح اور مسرت کے مباح طریقوں میں قومی حمیت پر مشتمل ترانے اور گیت گانا بھی ہیں۔ ۳۔ گیت یا ترانے جواری، یعنی چھوٹی بچیاں گاسکتی ہیں۔ ۴۔ بچے مختلف قسم کی مباح تفریحی مشاغل سے لطف اندوز ہورہے ہوں تو انہیں وقت کی مناسبت کے اعتبار سے روکنا نہیں چاہئے۔ ۵۔ باتمیز بچیوں کو یہ تربیت دینی چاہیے کہ جب بڑوں کا اجتماع ہو تو اپنی تفریحی سرگرمیاں ترک کردیں۔

ترنم وخوبصورتی سے اشعار پڑھنے کی صرف اباحت ہے کیونکہ حضرت ابو بکرؓ کے گانے کو شیطانی ساز قرار دینے پر رسول اللہ ﷺ نے خاموشی اختیار کی جو کہ تقریری حکم ہے اس روایت سے موسیقی کی حلت کے بعض قائلین نے جاریتان سے مراد پیشہ ور مغنیات لیا ہے۔ اس کی دلیل انہوں نے یہ دی ہے کہ ایک دوسری روایت میں جاریتان کی بجائے قینتان کا لفظ آیا ہے۔ اور قینتان کہ جس کی واحد قینة ہے اس کا مطلب ماہر فن یعنی پیشہ ور مغنیہ ہے لہذا قینة کی لغوی، عملی اور فقہی تحقیق، حدیث کے مفہوم کو سمجھنے اور مسئلہ کے استنباط کے لیے نہایت ضروری ہے۔ ۱۔ ماہرین لغت نے اس کا معنی لونڈی بتایا ہے خواہ وہ گاتی ہو یا نہ گاتی ہو۔[۱] علامہ جوہری نے اس پر زھیر کے شعر سے بھی استشہاد لیا ہے اور قینة کی مزید صراحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (قال ابوعمرو: کل عبد عندالعرب ،قین والامة قینة، قال وبعض الناس :یظن القینة المغنية خاصة،قال ولیس ھو کذالک)[۲] "ابو عمرو نے کہا اہل عرب ہر غلام کو قین اور ہر لونڈی کو قینة کہتے ہیں۔ اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قینة خاص طور پر مغنیہ کو کہتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں"۔ مشہور لغوی مفسر علامہ زمخشری بھی قینہ کا معنی لونڈی ہی کرتے ہیں۔ (القینة الامة غنت ام لا)[۳] ابن منظور افریقی نے بھی قینة کا معنی یہی کیا ہے انہوں نے ابو عمرو کا مذکورہ قول بھی نقل کیا ہے[۴] بلکہ انہوں نے تو حضرت عائشہؓ کی مذکورہ روایت سے بھی قینة کے غیر مغنیہ ہونے پر

(۱) جوہری، اسماعیل بن حماد (م ۳۹۸ھ)، الصحاح تاج اللغة وصحاح العربیة، احیاء التراث العربیہ، ۱۹۹۹ء، ج:۵، ص:۱۷۵۳

(۲) ایضا

(۳) زمخشری جار اللہ محمود بن عمر، الفائق فی غریب الحدیث [بیروت: دار الکتب العلمیہ طبعہ وسن ندارد]، ج:۲، ج:۳، ص:۱۳۵

(٤) لسان العرب، ج:۱۳، ص:۳۵۱

استشہاد لیاہے۔ اگر اس لفظ قینۃ سے، پیشہ ور مغنیہ ثابت کرنا مقصود بھی ہو تو یہ لفظ خاص ہے لونڈی کے لیے، لہٰذا آزاد عورت کے لیے اس صورت میں بھی موسیقی کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ ابن منظور افریقی نے لیث کا قول، (عوام کے ہاں قینۃ بمعنی ایسی لونڈی جو غنا کا پیشہ اختیار کرلے)، کا تذکرہ کیا ہے، لیکن ساتھ ہی اس معنی کا رد بھی کر دیا ہے[۱] قینۃ کی لغوی تحقیق علامہ زمخشری کی ہی کفائت کرتی تھی کیونکہ وہ قرآن کی تشریح میں لغت عرب کو بنیاد خیال کرتے ہیں اور معاصرین میں تحقیق و تفحص کے نام پر موسیقی کو مباحات فطرت میں شامل کرنے والے متجددین بھی قرآن وحدیث کی توضیح میں لغت کو بنیادی اہمیت دیتے ہیں،قینتان کا مفہوم اخذ کرنے میں منطقی اور فقہی اصول یہ ہے کہ راوی اپنی حدیث کا جو مفہوم یا تشریح کرے، اسی کو قبول کیا جائے اس اصول کے پیش نظر قینتان کی تشریح بھی اگر سیدتنا عائشہؓ سے مروی ہو، تو اسے ہی ترجیح حاصل ہوگی، اور دیگر سب آراء کی کوئی حیثیت نہ ہوگی، ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ (ولیستا بمغنیتین)[۲] "اور وہ ماہر فن (پیشہ ور) گانے والیاں نہ تھیں۔"

۲۔ اسی واقعہ پر مشتمل روایات جو صحیح بخاری میں موجود ہیں مختلف راویوں سے مروی ہیں جبکہ یہ روایت مسند احمد میں بھی مروی ہے۔ یہاں اسے ایک چارٹ کی مدد سے سمجھنے کی کوشش کی جائے گی تاکہ تفہیم میں کوئی ابہام نہ ہو۔

صحیح بخاری میں روایتِ حدیث کا چارٹ

1۔ محمد بن عبد الرحمٰن ابو الاسود الاسدی ←---عروہ ←-----حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (جاریتان) ح: ۹۵۲

2۔ ہشام-----------------←----عروہ ←------حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (جاریتان) ح: ۳۵۲۵

3۔ ابنِ شہاب زہری----------←------عروہ ←----حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (جاریتان) ح: ۹۴۹

4۔ شعبہ ←------- ہشام---←------عروہ ←------حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (قینتان) ح:

---

(۱) ایضاً

(۲) لسان العرب، ج:۱۳، ص:۳۵۱

۳۹۳۱

چارٹ بتارہاہے کہ صحیح بخاری میں اسی واقعہ پر مشتمل روایت عروہ سے چار راویوں نے بیان کی ہے، پہلے تینوں راویوں نے جاریتان کے الفاظ روایت کیے ہیں۔ جبکہ چوتھی روایت میں صرف شعبہ نے قینتان کے الفاظ روایت کیے ہیں۔

مسند احمد میں روایتِ حدیث کا چارٹ

شعبہ ←--------ہشام ←---------عروہ ←--------حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (جاریتان)، 6/ 99

۳۔ محدثین کے نزدیک چاروں روایات ٹھیک ہیں[۱] اور صحیح بخاری کی روایت ہونا بھی صحت حدیث کی اعلی دلیل ہے[۲] لیکن ان کے نزدیک روایتِ شعبہ میں کچھ وہم ہوئے ہیں، جن میں سے ایک یہ کہ جاریتان کی جگہ پر قینتان کا ہونا، دوسرا یہ کہ اس میں یہ شک بھی بیان ہوا ہے کہ یہ دن عید الفطر یا عید الاضحی کا تھا، تیسرا یہ کہ شعبہ کی اپنی روایت جو کہ مسند احمد میں ہے، اس میں قینتان کی بجائے جاریتان ہی کا لفظ ہے۔ وہم یا شک کے یہ سب پہلو قینتان کو مرجوح اور جاریتان کو راجح ثابت کرتی ہیں۔ اس بناء پر شارحین حدیث نے اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ (لم تتخذالغناء صناعة و عادة) "انھوں نے غنا کو پیشہ اور عادت کے طور پر اختیار نہیں کیا۔" ۴۔ شارحین حدیثؒ نے لفظ جاریتان سے استدلال کیا ہے کہ جس گانے کی شرع میں اجازت ہے وہ صرف نابالغ بچیاں گا سکتی ہیں کیونکہ جاریۃ نابالغ بچی اور لونڈی کے معنوی اشتراک کا حامل لفظ ہے[۳] اس حدیث میں بیان کردہ سارا واقعہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، اور متعلق بھی انہی کے ہے، پھر لفظ 'جاریتان' بھی انہی کا کلام ہے لہٰذا متکلم بھی وہی ہیں اور ان کے الفاظ "لیس بمغینتین" نے تاویل کا کوئی احتمال باقی نہیں رہنے دیا، پس لفظ جاریتان کا مطلب صرف غیر پیشہ ور ہیں اور اس میں جاریۃ کو صغیر السن کے مفہوم میں لایا گیا ہے۔ اس کی تاویل کا پہلو یہ ہے کہ استقبال رسول اللہ ﷺ کے وقت بھی بچیاں ہی استقبالیہ گانے گا رہی تھیں، پیشہ ور مغنیات کے موقف کی مرجوحیت اس شرعی حکم

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب، سنۃ العیدین لاھل الاسلام (۳)، ح: ۹۵۲

(۲) فتح الباری، ج:۲، ص: ۵۶۸

(۳) عینی: بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد: الامام (م ۸۵۵ھ)، عمدۃ القاری (تحقیق محمد عدنان) بیروت: دارالاحیاء التراث العربی، طبعۃ اولی، ۲۰۰۳ء، ج: ۴، ص: ۳۹۵

سے بھی واضح ہوتی ہے، کہ ایسی لونڈیوں کی خرید و فروخت غنا کی وجہ سے ممنوع ہے جو گانا گاتی ہیں۔[۱] اس ممانعت سے لونڈیوں کے غنا کی صلاحیت کو نظر انداز کرنے اوراس کی حوصلہ شکنی کرنے کے مقاصد ہی ظاہر ہوتے ہیں، تو قرینہ یہ ہوا کہ خود لونڈیوں کواس کی اجازت دے کر رسول اللہ ﷺ کیونکر حوصلہ افزائی فرماتے؟ شارحینِ حدیث جو حدیث کی بہتر تفہیم کے لیے عہد حیاتِ نبوی کا مطالعہ بڑی عرق ریزی سے کرتے ہیں،نے بھی یہاں جاریتان سے مراد نابالغ بچیاں لیاہے۔علامہ نوویؒ نے ان احادیث کاباب درج ذیل الفاظ سے قائم کیاہے،(فصل فی جواز لعب الجواری الصغار وغنا ءهن وضربهن بالدف يوم العيدين) "یہ فصل عیدین کے روز چھوٹی بچیوں کے کھیل،ان کے گانے اور ان کے دف بجانے کے جواز میں ہے"۔اسی طرح امام عینی حنفی[۲]، علامہ ابن قیم، ابن تیمیہ[۳] اور ابن جوزی[۴] بھی اس سے چھوٹی بچیاں مراد لیتے ہیں،لفظ 'غنا' کی تحقیق بھی حدیث کامفہوم مستنبط کرنے میں نہایت اہم ہے۔ اہل عرب آواز بلند کرنے اوراس کے خوبصورت بنانے کو غنا کہتے ہیں۔ یہ ایسی آواز ہوتی ہے جیسی حدی خواں اونٹوں کو ہانکتے وقت نکالتے ہیں[۵] ابن منظور افریقی نے حضرت عائشہؓ کی مذکورہ روایت میں موجود غنا سے مراد یہی لیاہے۔[۶] ابن حجر عسقلانی نے بھی اس کی یہی تعریف کی ہے لیکن وہ اس میں ترنم کا اضافہ کرتے ہیں[۷] اورآواز کوخوبصورت بنانا،ترنم ہی کی اقسام میں سے ہے[۸] اس لیے علماء اور شارحین حدیث نے حدیث میں موجود "غنا" سے مراد فنی تقاضوں کے مطابق خاص غنا نہیں لیابلکہ اسے اناڑی یعنی غیر تربیت یافتہ کا گانا مراد لیاہے اور پھر وہ جنگ بعاث سے متعلق تھااور اس سب کے باوجود شیطانی ساز کے حضرت ابو بکرؓ کے الفاظ کی رسول اللہ ﷺ نے نکیر نہیں فرمائی۔حدیث عائشہؓ پراس بحث سے ذیل کے نکات بطور حاصل نتیجہ مترشح ہوئے۔الف) عیدین پر چھوٹی بچیاں گا سکتی ہیں اور حدیث عائشہؓ میں بھی چھوٹی بچیوں ہی کے گانے کا واقعہ ہے۔ب)

---

(۱) الشاشی، نظام الدین، اصول الشاشی، ازاد بک ڈپو، لاہور، ص:۱۲

(۲) فتح الباری، ج:۲، ص:۵۶۸-۷۱۱

(۳) عمدۃ القاری، ج:۶، ص:۳۹۵

(٤) ایضاً

(٥) مجموعہ رسائل الکبری، ج:۲، ص:۳۰۲

(٦) ابن جوزی، تلبیس ابلیس، ص:۱۹۷

(۷) لسان العرب، ج:۱۵، ص:۱۳۶

(۸) ایضاً، ج:۱۹، ص:۷۴

چھوٹی بچیاں ایسے گیت گا سکتی ہیں جو قومی حمیت، جہادی شوق اور دیگر بامقصد اشعار پر مشتمل ہوں۔ ج) یہ سادہ غنا بھی مستحبات میں سے نہیں، صرف مباح ہے کیونکہ حدیث میں حکم موجود ہے کہ غنا شیطانی ساز ہے، اور شیطانی جھکاؤ کی وجہ سے اس میں بے حد احتیاط کی لازمی ضرورت ہے۔

2۔ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے موقع پر بچیوں نے دف بجا کر استقبالی گانا گایا، یہ جوازِ موسیقی کے قائلین کی دوسری دلیل ہے[۱]

سیرت النبی ﷺ کے اس اہم واقعہ سے درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

ا۔ گانے والی بچیاں تھیں لہذا بچیاں گا سکتی ہیں اور دف بھی بچیاں ہی بجا سکتی ہیں۔ ۲۔ گانا استقبالی کلمات پر مشتمل تھا لہذا ایسے اشعار جو فحش نہ ہوں، اور اسلامی تعلیمات خصوصاً حیا کے خلاف نہ ہوں تو گائے جاسکتے ہیں۔ ۳۔ چونکہ اس استقبال سے کافروں پر رعب کا مقصد بھی حاصل کیا گیا، لہذا اس مقصد کے تحت سادہ شاعری کو گایا جاسکتا ہے۔ ۴۔ رسول اللہ ﷺ کی نعت کہنا اور اسے مترنم پڑھنا نہ صرف جائز ہے بلکہ محمود ہے۔ جس طرح حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے خود اس کام پر مامور فرمایا، اور یہ استقبالی گانا بھی نعتیہ اشعار پر مشتمل ہے۔

علاوہ ازیں بنی نجار کی بچیوں کے استقبالی نعت پڑھنے کی روایت کے الفاظ میں اختلاف اور استنادی حیثیت پر بھی ماہرین نے کلام کی ہے، "*السیرۃ الحلبیہ" کی روایت کی اسنادی حیثیت یہ ہے کہ اس میں تین یا اس سے زائد واسطے منقطع ہیں۔ اس لیے اسے معضل کہا گیا ہے[۲] بلکہ ناصر الدین البانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔[۳] ابن ماجہ میں وارد حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت[۴] صحیح ہے[۵] لیکن اس میں استقبالی گانے کے نعتیہ الفاظ دوسرے ہیں اور وہ یہ ہیں(نحن جوار من بنی نجار یا حبذا محمد من جار)[۶] 'ہم بنو نجار کی بچیاں ہیں، خوش قسمتی ہے کہ آج محمد ﷺ ہمارے ہمسائے بنے ہیں۔" اور واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک گلی سے گزر رہے تھے، تو نبی

---

(۱) ایضاً

(۲) فتح الباری، ج:۲، ص:۵۷۱

(۳) البانی، ناصر الدین، السلسلۃ الضعیفہ، المکتبۃ المعارف ریاض، ح:۵۹۸

(٤) ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب اعلان النکاح، ح:۱۸۹۹، ص:۲۷۲

(٥) فتح الباری، ج:۷، ص:۲۶۲-۲۶۱

(٦) ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب اعلان النکاح، ح:۱۸۹۹، ص:۲۷۲

نجار کی بچیاں اور لونڈیاں یہ نعت پڑھ رہی تھیں۔ معجم طبرانی کی روایت بھی سنداً صحیح نہیں کیونکہ اس کا راوی مصعب بن سعید ابو خثیمہ المعیصی متکلم فیہ ہے۔ان پر الزام ہے کہ وہ منکر روایات روایت کرتے ہیں[۱] ابو خثیمہ کی روایت طبرانی کے علاوہ بیہقی کی "دلائل النبوۃ" اور ابن کثیر کی "البدایۃ والنہایۃ"[۲] میں بھی ہے لیکن ان سب روایات میں الفاظ کا فرق موجود ہے جیسا کہ طبرانی میں (نحن قینات من بنی نجار) ہے جبکہ دیگر سب میں (نحن من بنی نجار) کے الفاظ ہیں۔* طبرانی ہی کی" المعجم الصغیر"میں (فاذاجواری یجربن بالدف و یقلن ؛نحن قینتات من بنی نجار) کے الفاظ ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے قینات سے مراد جواری یعنی چھوٹی بچیاں ہی ہیں۔* یہ واقعہ دیگر روایتوں میں بھی ہے مثلاً" صحیح بخاری"[۳] میں مختصراً ہے اس میں بھی اور دیگر روایات میں غلمان وخدام کا تذکرہ ہے یعنی کہ بچے اور خادم لوگ یہ گیت گا رہے تھے۔

3۔ بریدہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی غزوہ میں نکلے، پھر جب واپس آئے تو ایک سیاہ رنگ کی (حبشی) لونڈی نے آکر کہا: اللہ کے رسول! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ نے آپ کو بخیر و عافیت لوٹایا تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی اور گانا گاؤں گی، تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا:" اگر تو نے نذر مانی تھی تو بجالے ورنہ نہیں"، چنانچہ وہ بجانے لگی، اسی دوران ابو بکرؓ اندر داخل ہوئے اور وہ بجاتی رہی، پھر علیؓ داخل ہوئے اور وہ بجاتی رہی ، پھر عثمانؓ داخل ہوئے اور وہ بجاتی رہی، پھر عمرؓ داخل ہوئے تو انہیں دیکھ کر اس نے دف اپنی سرین کے نیچے ڈال لی اور اسی پر بیٹھ گئی، یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" عمر! تم سے شیطان بھی ڈرتا ہے،[۴]

بریدہؓ کی حدیث سے ذیل کے نکات مستنبط ہوسکتے ہیں:

ا۔لونڈیوں کا دف بجانا جائز ہے۔ ۲۔ دف بجانا اگرچہ لونڈیوں کے لیے جائز ہے لیکن دف بجانے کے عمل میں کراہت موجود ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ کے سامنے جب لونڈی دف بجا رہی تھی اور سیدنا عمرؓ کو دیکھ کر اسے چھپالیا تو آپ ﷺ نے ان الفاظ میں تبصرہ کیا کہ (عمر: تم سے تو شیطان بھی ڈرتا ہے) ۳۔جہاں لونڈیاں دف بجا رہی ہوں وہاں بیٹھنا جائز ہے۔ ۴۔اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مکروہ کاموں کی نذر ماننا جائز ہے؟ جبکہ نذر

---

(۱) ذہبی، محمد بن احمد(م۷۴۸ھ)، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، مکتبۃ السعادۃ مصر، طبعہ اولی، ۱۳۲۵ھ، ج:۶، ص:۱۲۰۔۱۱۹

(۲) ایضا، ج:۳، ص:۲۰۰ ؛ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج:۳، ص:۴۶۵

(۳) صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب(۴۲)، ح:۳۹۲۳

(٤) ترمذی، باب فضائل عمر، ح:۳۶۹۰

کے بارے میں نبی ﷺ کا فرمان ہے: (انما النذرماابتغی به وجه الله)[۱] "نذر اس عمل کے بارے میں کی جاسکتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہو"۔ اور مسند احمد ہی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ: (من نذر ان یطیع الله فلیطیعه) یعنی "جو اللہ کی فرمانبرداری کی نذر مانے تو وہ اسے پورا کرے"۔ فقہائے احناف کا مؤقف ہے کہ نذر صرف ایسے عمل کی ہو سکتی ہے جس سے قربت مقصود ہو۔[۲] ایک حدیث میں آتا ہے کہ صحابی رضی اللہ عنہ نے ابو اسراء کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اس نے کھڑے رہنے اور نہ بیٹھنے، سایہ نہ لینے اور بات نہ کرنے اور روزہ رکھنے کی نذر مانی ہے؛ آپ ﷺ نے فرمایا: (مره فلیتکلم ولیتظل ولیتقعد ولیتم صومه)[۳] اسے کہو، کہ گفتگو بھی کرے اور سایہ بھی لے، بیٹھے بھی، لیکن روزہ مکمل کرے۔ ان سب احادیث کی موجودگی میں کیا ایسی نذر ماننے کی اور اسے پورا کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے جو مکروہ عمل پر ہو۔ در حقیقت مختلف احادیث کی روشنی میں دف بجانا ایک ایسا مباح عمل ہے جو زرا سی بے احتیاطی سے مکروہات میں شامل ہو سکتی ہے، اور مباح اعمال کی نذر ماننا اور پورا کرنا جائز ہے۔ امام خطابی نے لونڈی کی دف بجانے کی نذر پوری کرنے کی اجازت پر اپنا تجزیہ پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی باسلامت واپسی پر خوشی کے اظہار کی نذر تھی اور آپ ﷺ کی باسلامت واپسی کی خواہش رکھنا تو ثواب ہے بلکہ یہ نذر نفلی اطاعت کی طرح قربت کا باعث بن گئی کیونکہ اس سے کفار کو تکلیف اور منافقین کو توہین کا احساس ہوا۔[۴] جہادی اسفار میں کفار و منافقین کی تکلیف اور اہانت کا پہلو نکالنا محمود ہے بلکہ بحکم شارع علیہ السلام ثابت ہے۔ جیسے مسلمانوں کو میدان جنگ میں فخریہ کلمات کہنا اور دشمن کو مرعوب کرنے کے لیے سیاہ خضاب لگانا۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے امام بیہقی کے حوالے سے بھی یہی بات "فتح الباری کی جلد ۱۱ میں صفحہ ۵۸۸ پر نقل کی ہے۔

4۔(قالت عائشةؓ لقد رأیت رسول اللهﷺ یقوم علی باب حجرتی والحبشة یلعبون بحرا بهم فی مسجد رسول اللهﷺ یسترنی برد آئمةلکی انظرالی لعبهم ثم یقوم من اجلی،حتی اکون اناالتی انصرف فاقدروقدر الجاریةالحدیثةالسن حر یصةعلی اللهو)[۵] ترجمہ: ام المؤمنین عائشہؓ کہتی ہیں کہ

(۱) مسند احمد، ح: ۶۶۷۵، ج: ۲، ص: ۳۸۰

(۲) صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، ح: ۶۷۰۰

(۳) ایضاً، باب النذر فیما لایملک، (۳۱)، ح: ۶۷۰۴

(٤) ابن قیم الجوزیہ: محمد، مختصر سنن ابی داؤد للمنذری مع المعالم (معالم السنن)، سانگلہ ہل، مکتبہ اثریہ، طبع ثانیہ، ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء، ج: ۴، ص: ۳۸۲

(٥) صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب العراب، والدرق یوم العید، (۲)، ح: ۹۵۰

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ میرے گھر کے دروازے پر کھڑے ہیں، جبکہ حبشہ کے کچھ لوگ مسجد نبوی میں ڈھالوں اور برچھوں سے کھیل رہے تھے۔ آپ ﷺ مجھے اپنی چادر سے آڑ کئے ہوئے تھے، تاکہ میں ان کا کھیل دیکھ لوں، آپ میری وجہ سے کھڑے رہے، یہاں تک کہ میں خود ہی اکتا گئی، تم خود ہی اندازہ لگالو کہ ایک کم سن لڑکی کھیل کود (دیکھنے) کی کتنی حریص ہوتی ہے۔

مذکورہ حدیث سے درج ذیل نکات متحقق ہوتے ہیں:

۱۔ مسجد میں ایسا کھیل کھیلنے کی اجازت ہے جس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو، جیسا کہ مسلم میں اس حدیث کے باب کے عنوان (الرخصة فی اللعب الذی لا معصية فيه،في ايام العيد) سے ظاہر ہوتا ہے۔ ۲۔ عید کے دن جائز تفریح کی جاسکتی ہے۔ ۳۔ نیزہ بازی، شمشیر زنی اور اسی طرح کے دوسرے کھیل کھیلنا جو فنون سپہ گری سیکھنے میں مددگار ہوں، جائز ہیں کیونکہ برچھیوں کے ساتھ حبشیوں کا کھیلنا، شمشیر زنی ہی کے قبیل سے ہے اور دونوں کا مقصد جہادی تربیت ہے۔ امام بخاری نے اسی بناء پر اس حدیث کا عنوان (اصحاب الحراب فی المسجد) رکھا ہے۔ ۴۔ ایسے کھیل دیکھنا اوران کے دیکھنے کے لیے جمع ہونا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے کے لیے دروازے تک آنے کی اجازت دی اور اسی طرح ہی لوگ جمع ہوا کرتے ہیں۔ ۵۔ خواتین بھی ایسے بامقصد کھیل دیکھ سکتی ہیں لیکن ان کی توجہ کھلاڑی کی بجائے کھیل پر ہونی چاہیے، کھلاڑی سے تعارف حاصل کرنا لایعنی ہے جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کھلاڑی کی طرف کوئی التفات نہیں کیا اور نہ ہی پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ ۶۔ وہ کھلاڑی جو کھیل کو فراغت اور خوشی کے مواقع تک رکھیں ان کی حوصلہ افزائی کرنا جائز ہے لیکن پیشہ ور کھلاڑی کی حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اسلام بامقصد زندگی کا درس دیتا ہے اور بے مقصد زندگی کی مذمت کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ((افحسبتم انما خلقنا كم عبثا وانكم اليناالاترجعون))[1] ۷۔ بے مقصد کھیل کی حوصلہ شکنی بلکہ ممانعت آئی ہے جیسے نرد، شطرنج وغیرہ اور کھیل فی نفسہ محمود نہیں۔ لہٰذا کھیل برائے کھیل بے مقصدیت سکھاتا ہے۔ مجوزین موسیقی نے کھیل کے واقعہ سے بھی رقص وموسیقی کا جواز نکالا ہے۔ اوراس کی دلیل یہ ہے کہ ایک روایت "یلعبون" کے ساتھ "یزفنون" کے الفاظ آتے ہیں۔

یزفنون کی لغوی تحقیق:

---

(۱) سورۃ المومنون (۲۳)، ۱۱۵

زفن یزفن ،اچھل کود کے لیے بولا جاتا ہے۔اس کا مصدر ،زفن ،ہے۔یہ اچھل کود ،رقص،کی طرح کی ہوتی ہے ۔یعنی، الزفن شبیہ بالرقص،(۱) علامہ نووی نے تو اس سے مراد اچھل کود کو ہی لیا ہے۔(۲) "التوثب بسلاح"مختلف لغات میں "زفن" کا معنی واضح کرنے کے لیے (مسند احمد) کی ایک روایت نقل کی گئی ہے جس میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ان کا دل بہلانے کے لیے اچھالتی تھیں یا پھر ان کو اچھلنا کودنا سکھاتی تھیں۔اس روایت میں اس اچھل کود کے لیے لفظ "زفن "ہی آیا ہے(۳) زفن کے معنی اگر مروجہ رقص(Dance)لیا جائے تو لازم آتا ہے ۔کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی رقص کرتی تھیں (معاذاللہ)اور مجوزین موسیقی بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ گھریلو عورت کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ اس طریقے سے لوگوں کے سامنے فن کا مظاہرہ کرے۔وہ کام جسے عام گھریلو خاتون کو لوگوں کے سامنے کرنے سے حیاء آتی ہے تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ کام حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت حسن رضی اللہ عنہا کو خود سکھاتی ہوں۔زفن اور رقص میں فرق یہ ہے کہ:الف)۔زفن اسلحہ کے ساتھ اچھل کود ہے۔جب کہ رقص مخصوص حرکات جسم ہیں۔ب)زفن حبشی قوم کی مخصوص جنگی چال ہے جس سے دشمن پر رعب ڈالنا مقصود ہوتا ہے جبکہ رقص جسم کو مختلف حرکات سے عریانی کے قریب کرنے کا ایک خاص انداز ہے جس سے بے حیائی پھیلتی ہے اور اس کا مقصد صنف مخالف کو مرعوب کرنا ہوتا ہے۔ج)زفن کسی خاص تربیت کی محتاج نہیں اور گتکابازی کے دوران کی محض اچھل کود ہے جبکہ رقص کی باقاعدہ تربیت لی جاتی ہے اور یہ مرتب حرکات ہوتی ہیں۔ان تینوں بنیادی فرق کے ساتھ زفن اور رقص میں واضح اختلاف سامنے آتا ہے لہذا دونوں کو ایک کہنا درست نہیں اور "یزفنون" سے خالص رقص مراد لینا جائز نہیں ہے حدیث کے الفاظ "یلعبون "سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

5-(عن السائب بن یزید ان امرأة جاء ت الی رسو ل اللہ ﷺ فقال یا عائشةؓ تعرفین ھذہ ؟قالت،لا ،یانبی اللہ، فقال ھذہ قینة بنی فلان تحبک ان تغنیک ،قالت:نعم،قال: فاعطاھا طبقافغنتھا ،فقال النبی ﷺ :قد نفخ الشیطان فی منخریھا)(۴) ترجمہ:ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، آپ نے پوچھا،عائشہ !اسے جانتی ہو، نہیں،اے اللہ کے نبی!،یہ فلاں قبیلے کی لونڈی ہے، کیا تم اس کا گانا پسند کرو گی ؟جی

(۱) حاشیہ مسلم،ح:۲۰۶٦،ص:۳۵۷

(۲) ابن درید ازدی، محمد بن حسن، جمھرة اللغة، دار الکتب العلمیة،بیروت،۲۰۰۵ء،ج:۳،ص:۱۲

(۳) لسان العرب،ج:۱۳،ص:۱۹۷

(٤) مسند احمد،ح:۱۵۲۹۳،ج:۳،ص:۴۴۹

ہاں، اس کے بعد اس نے حضرت عائشہ کو گانا سنایا، تو آپ ﷺ نے فرمایا، اس کے نتھنوں میں تو شیطان نے پھونک مار دی ہے۔

اس حدیث سے ان نکات کا استنباط ہو سکتا ہے:

ا۔ایک عورت آپ ﷺ کے پاس آئی آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو اس کی اچھی آواز کے حوالے سے اس کا تعارف کروایا، پس کسی کی آواز اچھی ہو تو اس کے تعارف میں یہ بات شامل ہو سکتی ہے۔ ۲۔ آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ تم اس کا گانا سننا پسند کرو گی؟یعنی کسی سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ وہ گانا سننا پسند کرے گا یا نہیں اور سننا چاہے تو اس کی فرمائش پوری کی جا سکتی ہے۔ ۳۔رسول اللہ ﷺ نے اگرچہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو لونڈی کا گانا سنوا دیا لیکن اس کے ترنم اور غنا کو پسند نہ فرمایا اور اسے شیطان کے زیر اثر قرار دیا، گویا گانے والا جیسا بھی گائے اور جو بھی گائے شیطان اس کا حوصلہ بڑھاتا ہے اور اس کی آواز مزید بہتر کرنے میں اس کی مدد کرتا ہے لہذا گانا نہ سننا افضل ہے۔ ۴۔اس میں گانے سے الفاظ یا موضوع کا تذکرہ نہیں لیکن دیگر بہت سی احادیث کی مدد سے یہ قابل فہم بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس لونڈی نے اچھے اشعار ہی گائے ہوں گے۔ ۵۔حدیث میں موجود الفاظ قینہ بنی فلاں سے مراد بنی فلاں کی لونڈی ہی ہے کیونکہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں قینہ کے لفظ کی لغوی صراحت کی جا چکی ہے لہذا اس حدیث سے بھی جواز موسیقی کی دلیل لینا جائز نہیں بلکہ یہ تو سادہ گانا گانے والی کا محض ترنم سے گانا تھا، وہ بھی بغیر کسی آلۂ موسیقی کی مدد کے، اس پر بھی رسول اللہ ﷺ نے شیطان کو حاوی فرما کر گانے کی مذمت کر دی، جس فعل کی مذمت رسول اللہ ﷺ سے منقول ہوا سے مباحات فطرت میں شامل کرنا مناسب نہیں، زیادہ سے زیادہ اسے ایسے مباح امور میں شامل کیا جا سکتا ہے جن کا نہ کرنا بہتر ہوتا ہے۔

6۔(عن ابن عباس رضی الله عنه قال،انکحت عائشةرضی الله عنہا،ذات قرابة لها من الانصار فجاء رسول اللهﷺ فقال، اهديتم الفتا ة؟قالوا،ارسلتم معها من يغنى قالت:لا،فقال رسو ل اللهﷺ ان الانصارقوم فيهم غزل فلو بعثتم معها من يقول،اتيناكم اتيناكم فحيانا وحياكم)[1]

حدیث کی استنادی حیثیت” :سنن ابن ماجہ“ کی اس حدیث پر ناقدین نے جرح کی ہے اس کی سند میں اجلح اور ابولزبیر کی وجہ سے اختلاف ہے محدثین کا ابوالزبیر کے بارے میں قول ہے کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ

(۱) ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب اعلان النکاح، ح:۱۹۰۰، ص:۲۷۳

سے کچھ نہیں سنا سوائے ابو حاتم کے اور انہوں نے بھی صرف روایت ثابت کی ہے بعض نے انہیں مدلس کہا ہے اور مدلس روای کی معنعن روایت قبول نہیں کی جاتی ہے [۱] اور یہ روایت بھی معنعن ہے اس لیے سنداً حسن کے درجہ میں نہیں البتہ اس کے شواہد (شاہد ایسی روایت ہے جس کو دوسرے صحابی سے لفظی و معنوی یا صرف معنوی مطابقت کے ساتھ بیان کیا گیا ہو)، موجود ہیں اس لیے محدثین نے اس سے خوشی کے مواقع پر بچیوں یا لونڈیوں کے گیت (سادہ اشعار پر مشتمل) قرار دیا ہے۔ البتہ "سنن ابن ماجہ" کی روایت میں موجود لفظ (ارسلتم معها من يغنى) [۲] کی تائید کرنا مشکل ہے کیونکہ اس موضوع پر مشتمل دیگر روایات میں (ارسلتم معها جاريه) [۳] کے الفاظ ہیں بلکہ ایک روایت میں اس خوش آواز جاریۃ کا نام بھی وارد ہے "الزینب" اس زینب نامی عورت کی بطور مغنیہ کوئی خاص شہرت کتب تاریخ و روایت میں موجود نہیں، اس لیے ممکن ہے کہ یہ ویسے ہی گاتی ہو اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی آواز سنی ہو. دوسرا یہ کہ مجموعۃ الرسائل الکبری کی جلد ۲ کے صفحہ ۳۰۱ کے مطابق عربوں میں مردوں کا گانا گانا ناپسندیدہ تھا بلکہ تالی بجانا بھی شرافت کے خلاف تھا، بلکہ عہد رسالت میں مخنث یا عورتیں ہی دف بجاتی تھیں، [۴] اسی بناء پر اہل علم کے ہاں مردوں کے لیے دف بجانا حلال نہیں ہے صرف عورتوں کے لیے حلال ہے۔ تیسرا یہ کہ گانے کے اشعار میں کوئی فحش اور منکر کلمات نہ ہوں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر اشعار بھی بتائے۔ (اتيناكم اتيناكم فحيانا وحياكم) [۵] " ہم آئے تمہارے پاس ہم آئے تمہارے پاس، ہم بھی سلامت رہیں اور تم بھی سلامت رہو"

7۔ حضرت ام سلمہؓ کا گانے والی لونڈی کو دیکھ کر گانے سے منع کرنا اور نبی ﷺ کا اجازت دینا کہ آج عید کا دن ہے۔

روایت میں الوازع بن نافع راوی ہیں جو محدثین کے ہاں متروک اور (ليس بثقة) غیر ثقہ ہیں، ان کو منکر الحدیث اور ضعیف کہا گیا ہے بلکہ امام حاکم نے تو ان کے بارے میں کہا ہے کہ وہ موضوع روائیت بیان کرتے ہیں [۶] یہ روایت سخت ضعیف ہے اس سے حجت لینا جائز نہیں، لہذا اس سے کوئی استنباط کرنا بھی نہیں چاہئے۔

---

(۱) محمود الطحان: ڈاکٹر، تیسیر مصطلح الحدیث، [لاہور، مکتبہ رحمانیہ، سن ندارد] ص: ۷۳

(۲) ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب اعلان النکاح، (۵۱)، ح: ۷۵۳۷

(۳) مجمع الزوائد، ج: ۴، ص: ۳۷۹

(٤) ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، المغنی، القاھرہ: دار المنار، طبعۃ الثالثۃ ۱۳٦۸ھ، ج: ۱۲، ص: ۴۱

(٥) ابن ماجہ، ابواب النکاح، بب اعلان النکاح، ح: ۱۹۰۰، ص: ۲۷۳

(٦) ابن حجر عسقلانی، لسان المیزان، مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ، بیروت، طبعہ اولی ۲۰۰۲ء، ج: ٦، ص: ۲۱۴-۲۱۳

8۔(کنت مع ابن عمر فسمع صوت طبل فادخل اصبیعہ فی اذنیہ ثم تنحی حتی فعل ذالک ثلث مرات ثم قال ھکذا فعل رسول اللہ ﷺ)[1] ترجمہ: میں ابن عمرؓ کے ساتھ تھا انہوں نے طبل کی آواز سنی تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں، پھر باہر نکالیں، تین مرتبہ یونہی کیا، اور فرمایا کہ نبی مکرم ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

حدیث سے محقق نکات یہ ہیں:

ا۔ڈھول کی آواز سننا رسول اللہ ﷺ نے ناپسند کیا بلکہ بتکلف اس سے اجتناب کیا۔اس سے ثابت ہوا کہ ڈھول کی آواز سننا جائز نہیں۔ ۲۔جب ڈھول کی آواز سننا جائز نہیں تو دلالۃ الاولی کی رو سے ڈھول بجانا بھی جائز نہیں۔ ۳۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر آپ ﷺ نے ڈھول کی آواز سننے پر پابندی نہیں لگائی اور نہ ہی انہوں نے از خود کان بند کیے۔جبکہ رسول اللہ ﷺ ہر مکلف شخص کو دین اسلام کی پابندی کا درس موقع پر دیا کرتے تھے اس میں تاخیر نہیں فرماتے تھے، جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سوسمار (جسے اردو میں گوہ بھی کہا جاتا ہے) رسول اللہ ﷺ کی ناپسندیدگی کی بناء پر کسی اور گھر میں بھیجنے لگیں تو آپ ﷺ نے منع فرمادیا کہ جو خود نہ پسند کریں گے وہ کسی کو بھی نہ دیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی آواز نہ سننے کی ہدایت نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے۔راہ چلتے اگر ڈھول کی آواز کان میں پڑے تو بے توجہگی سے گزر جانا جائز ہے بغیر اس کے کہ کانوں میں انگلیاں دی جائیں، البتہ بتکلف کانوں کا بند کرنا افضل ہو گا۔ ۴۔ آج کے دور میں دین میں رکھی گئی اس وسعت کا احساس گہرا ہو جاتا ہے۔ کہ ڈھول کی آواز حرام ہونے کے باوجود راستوں، عوامی بسوں، عوامی مقامات یا گھروں میں جب اونچی آواز سے ڈیک لگائے جاتے ہیں اور بے ہودہ شاعری کے ساتھ ڈھول اور دیگر آلات موسیقی کی آوازیں کئی گھروں اور دور کے کھڑے افراد تک کو پریشان کر رہی ہوتی ہیں لیکن مختلف معاملات اور کاموں میں مشغول افراد کانوں کو بند کرنے کا اہتمام مسلسل نہیں کرپاتے لہذا ایسی صورت میں ان کے لیے جائز ہے کیونکہ وہ حالت اضطرار ہو گی۔ ۵۔اس سے یہ دلیل نہیں لی جاسکتی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو کان بند کرنے کا حکم نہ دینا آلات موسیقی یا صرف ڈھول کی اباحت کا ثبوت ہے کیونکہ اس استدلال سے لازم آئے گا کہ رسول اللہ ﷺ مباح امور سے بھی ممنوعیت کی حد تک بچتے تھے، جبکہ سیرت رسول اللہ ﷺ کا مطالعہ اس سے برعکس نتیجہ پیش کرتا ہے کہ آپ علیہ السلام نسبتاً آسان مگر جائز کام کو اختیار فرماتے۔ حتی کہ رسول اللہ ﷺ نے دف کی آواز بھی سنی اور کان بند نہ کیے۔

(۱) ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب اعلان النکاح، ح:۱۹۰۱، ص:۲۷۳

9۔ مجوزین موسیقی نے موسیقی کی اباحت پر ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ نزول وحی کے مختلف طریقوں میں سے ایک "صلصلۃ الجرس" ہے، یعنی کہ گھنٹی کی آواز میں وحی کے نزول کا مطلب یہ ہے کہ گھنٹی جائز ہے کیونکہ حرام یا مکروہ آواز میں وحی نازل نہیں ہوئی۔ حدیث میں اس طریقہ وحی کے لیے جو الفاظ آئے ہیں وہ مثل" صلصلۃ الجرس" کے ہیں یعنی یہ گھنٹی کی آواز نہ تھی بلکہ اس کے مشابہ تھی، مشبہ اور مشبہ بہ میں فرق واضح ہوتا ہے۔ جیسے کسی آدمی کو شیر کہنے سے نہ تو وہ شیر کی ہیئت اختیار کرتا ہے اور نہ ہی شیر کی طرح دیگر درندوں کو پھاڑ کھاتا ہے بلکہ اس سے مراد محض یہ ہوتا ہے کہ جیسے شیر درندوں میں سے بہادر اور قوی ہے اسی طرح یہ شخص اپنے جیسے مردوں میں سے بہادر اور قوی ہے لہٰذا مثل ((صلصلۃ الجرس)) سے گھنٹی کی آواز ثابت ہی نہیں ہوتی۔ اس سے مراد محض گھنٹی کی رفتار، تسلسل، قوت اور شدت ہے جس طرح لوہے کی زنجیر کے گرنے کی آوازیں باہم ملی ہوتی ہیں، اسی طرح وحی کی آواز انقطاع وقفہ اور ابتدا کے بغیر بسیط اور مسلسل ہوتی ہے۔ مشبہ اور مشبہ بہ میں صرف ایک صفت میں اشتراک بھی کافی ہوتا ہے۔[1]

10۔(عن الربیع بنت معوذ:دخل علی النبیﷺ غداۃبنی لی فجلس علی فراشی کمجلسک منی وجویریات یضربن بالدف یندبن من قتل من آباء ھن یوم بدرحتی قالت جاریۃ:وفینا نبیﷺ یعلم مافی غد،فقال النبیﷺ:لا تقولی ھکذا وقولی ماکنت تقولین)[2] ترجمہ: "ربیع روایت کرتی ہیں کہ ولیمے کی صبح آنحضرت ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور بستر پر بیٹھ گئے جیسے تم میرے پاس بیٹھی ہو لڑکیاں دف بجا بجا کر شہدائے بدر جو ان کے آباء میں سے بھی تھے۔ کی شان میں گیت گا رہی تھیں کہ ایک لڑکی نے کہا: ہمارے درمیان نبی ﷺ ہیں جو جانتے ہیں کل کیا ہوگا! آپ ﷺ نے فرمایا: یوں نہ کہو وہی کہو جو تم پہلے کہہ رہی تھی" **اس حدیث سے ذیل میں دیئے گئے نکات مستفید ہوتے ہیں:** ۱۔ رسول اللہ ﷺ احباب کی خوشیوں میں شرکت فرماتے تھے لہٰذا مسلمانوں کا باہم خوشیوں میں شرکت کرنا سنت ہے۔ ۲۔ رسول اللہ ﷺ نے شادی کے موقع پر جہادی ترانے گانے اور دف بجانے پر کوئی نکیر نہ فرمائی جو کہ چھوٹی بچیاں گا اور بجا رہی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ شادی بیاہ جیسی خوشیوں پر چھوٹی بچیوں کا دف بجانا یا بامقصد گیت گانا جائز ہیں۔ ۳۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے عالم غیب ہونے کا انکار فرمایا لہٰذا نعت رسول اللہ ﷺ میں رسول اللہ ﷺ کے وہی فضائل و خصائص بیان کیے

---

(۱) کشمیری: انور شاہ، فیض الباری، [لاہور: مکتبہ دار الفکر الاسلامی، طبعہ اولیٰ، ۱۹۳۸ء] ج:۱، ص:۱۹

(۲) ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الغناء، ۴۹۲۲، ص:۶۹۴

جائیں جو شریعت سے ثابت شدہ ہیں اور آپ ﷺ کو عالم غیب اور نور مجسم ہونے جیسی صفات سے متصف کرنا غلو فی الدین ہے جو حرام ہے۔ ۴۔ آپ ﷺ حضرت ربیعؓ کے پاس گئے اور اس میں پردہ کا ذکر نہیں کیا گیا جبکہ پردہ اسلام میں قرآنی نص کے ساتھ فرض کیا گیا ہے۔اس پر شارحین حدیث نے چند امکانات ظاہر کیے ہیں۔ اول یہ کہ غالب امکان یہ ہے کہ یہ واقعہ احکام پردہ کے نزول وحی سے قبل کا ہے۔ دوسرا امکان یہ ہے کہ درمیان میں پردہ ہوگا کیونکہ حدیث میں الفاظ ہیں کہ راوی خالد بن ذکوان سے حضرت ربیع نے کہا: ((فجلس علی فراشی کمجلسک منی))''نبی ﷺ ایسے میرے پلنگ پر بیٹھ گئے جیسے تم میرے پاس بیٹھے ہو۔'' یہ ممکن نہیں کہ کوئی جلیل القدر صحابیہ کسی غیر محرم کے پاس بغیر پردہ کے بیٹھ گئی ہوں۔اور یہ بھی ممکن نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کہ جو بیعت کے لیے غیر محرم خواتین کے ہاتھ تک دیکھنے کے روادار نہ ہوں وہ کسی غیر محرم کے پاس بغیر پردہ کے بیٹھ جائیں۔اور سوم یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے یہ خاص بھی ہو سکتا ہے۔

نتائج بحث: یہ وہ دس دلائل ہیں جو مجوزین موسیقی بہت زور شور سے دیتے ہیں لیکن ان سب دلائل کی تجزیہ و توضیح سے درج ذیل حاصلات سامنے آئے ہیں۔

۱۔شریعت اسلامیہ میں قومی اہمیت، فتوحات، بہادری اور جہادی ترانے اور اسلامی حیا کی حدود و شرائط کی بنیاد پر لکھے گئے حقیقت پر مبنی گیت گانا جائز ہیں۔ ۲۔ بامقصد گیت اور ترانے صرف چھوٹی بچیاں یا پھر خادمائیں (لونڈیاں) گا سکتی ہیں۔ ۳۔ مختلف تہواروں اور خوشی کے مواقع پر تفریح اور مسرت کے حصول کے مباح طریقوں میں ایسے ترانے اور گیت بھی شامل ہیں۔ ۴۔ دف بجانا اسلام میں مباح ہے لیکن دف مروجہ باجہ نہ ہو بلکہ ایسی ہو جیسی آٹا چھاننے والی چھلنی اور اس پر جھانجر یا گھنگرو نہ لگے ہوں۔ ۵۔ دف صرف چھوٹی بچیاں یا لونڈیاں بجا سکتی ہیں، مرد اور آزاد خواتین کے لیے اس کی اباحت نہیں ہے۔ ۶۔ بچے مختلف قسم کے مباح تفریحی مشاغل سے لطف اندوز ہو رہے ہوں تو انہیں وقت کی مناسبت کے اعتبار سے روکنا نہیں چاہئے۔ ۷۔ باتمیز بچوں کو تربیت دینی چاہئے کہ جب بڑوں کا اجتماع ہو تو اپنی تفریحی سرگرمیاں ترک کر دیں۔ ۸۔ رسول اللہ ﷺ کی نعت پڑھنا اور اسے مترنم پڑھنا نہ صرف جائز بلکہ محمود ہے۔ ۹۔ نعتیہ اشعار رسول اللہ ﷺ کے حقیقی خصائص پر مشتمل ہوں، غیر حقیقی اور غلو پر مبنی صفات کا تذکرہ کرنا جائز نہیں اور صاحب حیثیت کو بزور ایسے اشعار کا پڑھنا بند کروانا چاہیئے۔ ۱۰۔ غنا کی مذکورہ بالا سادہ شکل بھی صرف مباح ہے پسندیدہ نہیں کیونکہ زیادہ تر روایات میں اچھا گانے پر شیطان کی حمایت کا تذکرہ کرنے پر رسول اللہ ﷺ کی خاموشی وارد ہوئی ہے۔ جو ہر قسم کے گانے میں شیطان کے مددگار یا وہاں جمع ہونے پر حدیث تقریری کا اصلی درجہ رکھتی ہے۔ ۱۱۔ استقبالی گیت گانا جائز ہیں۔ ۱۲۔ ایسے گیت گانا بھی جائز ہیں جن سے کافروں کو مرعوب

کرنا مقصد ہو۔ ۱۳۔ لونڈیوں کا ایسی نذر ماننا جائز ہے جو دف بجانے کی ہو لیکن شرط یہ ہے کہ یہ صرف قومی فتوحات کے ساتھ خاص ہو۔ ۱۴۔ دف بجانا لونڈیوں کے لیے اگرچہ مباح ہے لیکن اس میں کراہت بہر حال موجود ہے۔ ۱۵۔ جہاں لونڈیاں دف بجا رہی ہوں وہاں بیٹھنا جائز ہے۔ ۱۶۔ مسجد میں ایسے کھیل کھیلنا جائز ہیں جس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو۔ ۱۷۔ فنون سپہ گری میں مددگار کھیل کھیلنا جائز ہیں بلکہ ایسے کھیلوں کی حوصلہ افزائی کرنا چاہیئے۔ ۱۸۔ ایسے کھیل دیکھنا اور انہیں دیکھنے کے لیے جمع ہونا جائز ہے۔ ۱۹۔ خواتین بھی ایسے کھیل دیکھ سکتی ہیں مگر (i) مکمل پردہ میں۔ (ii) کھلاڑی پر توجہ کی بجائے کھیل پر ہو۔ (iii) کھلاڑی کے تعارف میں دلچسپی نہ ہو۔ ۲۰۔ کھیل صرف وہ محمود ہیں ج (i) اللہ کی نافرمانی پر مشتمل نہ ہوں۔ (ii) رسول اللہ ﷺ کی واضح ممانعت موجود نہ ہو۔ (iii) جس پر وقت اور پیسے کا ضیاع نہ ہو۔ (iv) بامقصد ہوں۔ (v) کھیل برائے کھیل نہ ہوں۔ ۲۱۔ پیشہ ور کھلاڑیوں کی حوصلہ شکنی کرنا چاہیئے۔ ۲۲۔ کسی خوبصورت آواز کا حوالہ تعارف میں دیا جاسکتا ہے۔ ۲۳۔ بامقصد اور قومی حمیت کے گیت سننے کے لیے فرمائش کی جاسکتی ہے۔ ۲۴۔ ڈھول کی آواز سننا حرام ہے۔ (دیگر بہت سی احادیث کی روشنی میں سب باجوں کی آواز سننا حرام ہے سوائے دف کے) ۲۵۔ ڈھول بجانا بھی حرام ہے (اسی طرح دیگر آلات موسیقی بھی سوائے دف کے)، ۲۶۔ بازاروں، راستوں، عوامی مقامات یا دور سے آنے والی موسیقی کی آواز پر کان بند کرنا افضل ہے، لازم نہیں، جبکہ کوشش اور خواہش سے سننا منع ہے۔ ۲۷۔ گھنٹی کی آواز شیطانی آواز ہے لہٰذا مسلم انجینئرز کو گھنٹیوں (ٹیلی فون، بیل وغیرہ) کی جگہ کوئی دوسرا سسٹم متعارف کروانا چاہیئے۔ ۲۸۔ مسلمانوں کا باہم خوشیوں میں شرکت کرنا سنت ہے۔ ۲۹۔ پردے کے ساتھ جہاں فتنے کے امکانات نہ ہوں، شادی کی مبارک باد، غیر محرم کو دی جاسکتی ہے۔ ۳۰۔ سادہ گیت وغیرہ کے ساتھ تفریح بچگانہ خواہش ہے جیسا کہ اکثر احادیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہی رسول اللہ ﷺ نے ایسی تفریحات سے لطف اندوز ہونے کی اجازت دی۔ یہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی محبت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ مختلف احادیث کے مطالعہ سے یہ بات ذہن نشین ہوتی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کی صغر سنی ہی اصل اور بنیادی وجہ تھی۔

Importance of Knowledge in Light of Holy Quran With Special Reference to Ibn-Kathir

Dr. Hafiz M. Ibrar Ullah *
Dr. Hafiz M. Irshadullah **

ABSTRACT

Holy Quran is the book of All-Mighty Allah. It has revealed the Holy Prophet Muhammad (ﷺ). By ‘development of knowledge' we mean ‘promotion', ‘advancement' & ‘spread' of knowledge. No other book of the world has focused on the spread of knowledge so much as the Holy Quran has. The spread of knowledge and knowledge is the main objective of the Quran. Holy Quran indicates the basic principles of knowledge that lead a human to an examination of the universe and environment, where he can calculate the answers to many questions by his efforts. Holy Quran highlights the importance of knowledge. On one occasion it says, "Can the learned and illiterate be the same status?"Similarly, in another situation, it says that those who do not use their capabilities and intelligence are like animals rather worse than animals and they will be sent to hell. Holy Quran, in itself, is total knowledge and lifelong learning. The very meaning of the word "Quran" that is ‘recitation' or ‘reading' is related to knowledge. Allah Almighty has revealed it for the main objective of knowledge. Knowledge has a very prominent position in the Quran. The very first revelation was started with the words ‘Iqra' (read) and ‘Qalam' (pen). The first word that is ‘Iqra' is a symbol of ‘reading' whereas, the second word that is ‘Qalam' is a symbol of ‘writing'. The use of both these terms and so many others shows the importance of knowledge in the Holy Quran.

***Keywords*:**

* Assistant Professor of Islamic Studies The Azad Jammu & Kashmir University Muzaffarabad

** Post Doctorate Research Fellow, Faculty of Education, University of Johannesburg

Introduction:

Knowledge is this thing based on the knowledge of an intention of certainty present at the end. The word knowledge is appropriate for this proposition which includes the object and the predicate with news independent of the news similar to those controlled in the plan. The subject and the predicate are the two terms of a combined proposition by means of the copula, which is forever a fraction of the verb "to be". Furthermore, a proposition is right or wrong and the question of its fact or falsehood is raised only when statements are made about objects. We can therefore say that every proposition cannot be called knowledge; only this proposition will be called knowledge which is solid and secure and has a valid justification regarding realism on earth, external to the proposition. According to Al-Mighty Allah,

> *"In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful. "And He taught Adam all the names (of everything), then He showed them to the angels and said, Tell Me the names of these if you are truthful."*(1)

Explanation: According to Ibn-Khathir **"**Allah stated the virtue of Adam above the angels, because he taught Adam , rather than them , the names of everything . This occurred after they prostrated to him. This discussion precedes that event here, only to show the importance of his position and knowledge". *

> *"They ask you (O Muhammad S A W) concerning alcoholic drink and gambling. Say: "In them is a great sin and (some) benefit for men, but the sin of them is greater than their benefit." And they ask you what they ought to spend. Say: "That which is beyond your needs." Thus Allah makes clear to you His Laws in order that you may give thought".*(2)

Explanation: According to Ibn-Khathir "Hazrat Omar once said, o Allah give us a clear ruling regarding Al.khamr, Allah sent down the ayah of Surah Al. Baqarah".*

> *"Allah! La ilahaillaHuwa (none has the right to be worshipped but He), the Ever Living, the One Who sustains and protects all that exists. Neither slumber, nor sleep overtakes Him. To Him belongs whatever is in the heavens and whatever is on earth. Who is he that can intercede with Him except with His Permission? He knows what happens to them (His creatures) in this world, and what will happen to them in the Hereafter . And they will never compass*

(1) Surah- Al-Baqra: 31.
(2) Surah-Al-Baqra: 219.

anything of His Knowledge except that which He wills. His Kursi extends over the heavens and the earth, and He feels no fatigue in guarding and preserving them. And He is the Most High, the Most Great". [This Verse 2:255 is called *Ayat-ul-Kursi.*][(1)]

Explanation: According to Ibn-Khathir **"**imam ahmad recorded that ubayy bin kaab said that : the prophet asked him about the greatest ayatulkursi in the book of Allah , and ubayy answered , Allah and his messenger know better , when the prophet repeated his question several times , ubayy said , ayatulkursi , the prophet commented , congratulation for having knowledge , o abu al . mundhir , by he and whose hand in my soul . This ayah has a tongue and two lips with which she praises the king (allah) next to the leg of the throne".*****

"O you who believe! Take not as (your) Bitanah (advisors, consultants, protectors, helpers, friends, etc.) those outside your religion (pagans, Jews, Christians, and hypocrites) since they will not fail to do their best to corrupt you. They desire to harm you severely. Hatred has already appeared from their mouths, but what their breasts conceal is far worse. Indeed We have made plain to you the Ayat (proofs, evidences, verses) if you understand".[(2)]

Explanation: According to Ibn-Khathir **"**Allah forbids his believing servants from taking the hypocrites as advisors, so that the hypocrites do not have the opportunity to expose the secrets of the believers and their plans against their enemies .the hypocrites try their very best to confuse, oppose and harm the believers and way they can and by using any wicked, evil means at their disposal".*

"They (hypocrites) are those of whom Allah knows what is in their hearts; so turn aside from them (do not punish them) but admonish them, and speak to them an effective word (i.e. to believe in Allah, worship Him, obey Him, and be afraid of Him) to reach their innerselves".[(3)]

Explanation: According to Ibn-Khathir "They (hypocrites) are those of whom Allah knows what is in their hearts these people are hypocrites , and Allah knows what is in their hearts and will punish them accordingly , for nothing escape Allah's watch . o Muhammad (s a w) let Allah be sufficient for you in this regard , because he has perfect knowledge of their apparent and hidden affairs".*

---

(1) Surah 'Al-Baqra': 255
(2) Surah 'All-Imran':118
(3) Surah 'Al-Nisaa': 63

"Wherewith Allah guides all those who seek His Good Pleasure to ways of peace and He brings them out of darkness by His Will unto light and guides them to a Straight Way (Islamic Monotheism)".(1)

Explanation: According to Ibn-Khathir "indeed , there has come to you from Allah a light and a plain book . Where with Allah guides all those who seek his pleasure to ways of peace . Meaning, ways of safety and righteousness".*

"And with Him are the keys of the Ghaib (all that is hidden), none knows them but He. And He knows whatever there is in (or on) the earth and in the sea; not a leaf falls, but he knows it. There is not a grain in the darkness of the earth nor anything fresh or dry, but is written in a Clear Record".(2)

Explanation: According to Ibn-Khathir "ALLAH knows better the keys of unseen , al. Bukhari recorded that salim bin Abdullah said that his father said that the messenger of Allah said , the keys of the unseen are five and none except Allah knows them ,

Verily, Allah! With him (alone) is the knowledge of the hour, He sends down the rain, And knows that which is in the womb No person knows what he will earn tomorrow And no person knows in which land he will die,*
Verily, Allah is all knower all aware (31:34)
Allah's honored knowledge encompasses everything, including the creatures living in the sea and on land , and none of it , not even the weight of an atom on earth or in heaven , ever escape his knowledge" *

"Those who took partners (in worship) with Allah will say: "If Allah had willed, we would not have taken partners (in worship) with Him, nor would our fathers, and we would not have forbidden anything (against His Will)." Likewise belied those who were before them, (they argued falsely with Allah's Messengers), till they tasted of Our Wrath. Say: "Have you any knowledge (proof) that you can produce before us? Verily, you follow nothing but guess and you do nothing but lie".(3)

---

(1) Surah 'Al-Maida': 16
(2) Surah 'Al-Anaam': 59
(3) Surah 'Al-Anaam': 148

Explanation: According to Ibn-Khathir "Allah explaining the knowledge that , have you any knowledge that Allah is pleased with you and with your ways . Surely, Allah has full knowledge of each and every thing". *

> *"They ask you about the Hour (Day of Resurrection): "When will be its appointed time?" Say: "The knowledge thereof is with my Lord (Alone). None can reveal its time but He. Heavy is its burden through the heavens and the earth. It shall not come upon you except all of a sudden." They ask you as if you have a good knowledge of it. Say: "The knowledge thereof is with Allah (Alone) but most of mankind know not".*(1)

Explanation: According to Ibn-Khathir "Allah commanded his messenger that when asked about the appointed term of the last hour, he referred its knowledge to Allah the exalted. Only Allah knows the last hour's appointed term and it will certainly occur, and none beside him has this knowledge. Its knowledge is heavy on the residents of the heavens and earth; they do not have knowledge in it. also, al hasan commented on this ayah, when the last hour comes, it will be heavy on the residents of the heaven and earth, ad.dahhak said that ibn abbas explained this ayah, saying, Allah creatures will suffer its heaviness on the day of resurrection, means its knowledge is hidden in the heavens and earth, and none, not even a close angel or a sent messenger has knowledge of its appointed time". *

> *"And make ready against them all you can of power, including steeds of war (tanks, planes, missiles, artillery, etc.) to threaten the enemy of Allah and your enemy, and others besides whom, you may not know but whom Allah does know. And whatever you shall spend in the Cause of Allah shall be repaid unto you, and you shall not be treated unjustly".* (2)

Explanation: According to Ibn-Khathir "muqatil bin hayyan and abdurrahman bin zayed bin aslam said that this ayah refers to hypocrites , as supported by Allah's statement , whom you may not know but whom Allah does know". *****

> *"Nay, they deny that; the knowledge whereof they could not compass and whereof the interpretation has not yet come unto them. Thus those before them did deny. Then see what was the end of the Zalimun (polytheists and wrong-doers, etc.)!"* (3)

---

(1) Surah 'Al-Araaf': 187
(2) Surah 'Al-Anfaal': 60
(3) Surah 'Younus':39

Explanation: According to Ibn-Khathir "nay, they have belied the knowledge whereof thay could not comprehend and what has not yet been fulfilled. They did not believe in the Quran and they have not yet grasped it or comprehended it". *

> *"Thus will your Lord choose you and teach you the interpretation of dreams (and other things) and perfect His Favour on you and on the offspring of Ya'qub (Jacob), as He perfected it on your fathers, Ibrahim (Abraham) and Ishaque (Isaac) aforetime! Verily, your Lord is All-Knowing, All-Wise".* (1)

Explanation: According to Ibn-Khathir "Allah says that yaqoob said to his son yusuf, just as Allah choose you to see the eleven stars, the sun and the moon prostrate before you in a vision, and teach you the interpretation of ahadith, mujahid and several other scholars said that, this part of the ayah is in reference to the interpreting of dreams, Allah knows best whom to chose for his messages". *****

> *"Alif-Lam-Ra. [These letters are one of the miracles of the Qur'an, and none but Allah (Alone) knows their meanings]. (This is) a Book which We have revealed unto you (O Muhammad S A W S A W) in order that you might lead mankind out of darkness (of disbelief and polytheism) into light (of belief in the Oneness of Allah and Islamic Monotheism) by their Lord's Leave to the Path of the All-Mighty, the Owner of all Praise".*(2)

Explanation: According to Ibn-Khathir "Allah says, this is a book that we have revealed to you, O Muhammad, this book is the glorious Quran, the most honored book, that Allah sent down from heaven to the most honored messenger of Allah sent to all the people of the earth, arabs and non arabs alike, we sent you O Muhammad (saw) with this book in order that you might lead mankind away from misguidance and crookedness to guidance and the right way". *****

> *"And We sent not (as Our Messengers) before you (O Muhammad S A W) any but men, whom We inspired, (to preach and invite mankind to believe in the Oneness of Allah). So ask of those who know the Scripture [learned men of the Taurat (Torah) and the Injeel (Gospel)], if you know not".* (3)

---

(1) Surah 'Yousaf': 06
(2) Surah 'Ibrahim': 01
(3) Surah 'Al-Nahal': 43

Explanation: According to Ibn-Khathir "Allah informs those who doubt that a messenger can be a human to ask those who have knowledge of the previous scriptures about the prophets who came before, was their prophets' humans or angels! Then Allah mentions that he has sent them. *

> *"(Some) say they were three, the dog being the fourth among them; (others) say they were five, the dog being the sixth, guessing at the unseen; (yet others) say they were seven, the dog being the eighth. Say (O Muhammad S A W): My Lord knows best their number; none knows them but a few." So debate not (about their number, etc.) except with the clear proof (which We have revealed to you). And consult not any of them (people of the Scripture, Jews and Christians) about (the affair of) the people of the Cave".* (1)

Explanation: According to Ibn-Khathir "the ayah mentions three views, proving that there was no fourth suggestion. Allah indicates that the first two opinions are invalid by saying (guessing at the unseen) meaning that they spoke without knowledge, like a person who aims at an unknown target. indicating that the best thing to do in matters like this is to refer knowledge to Allah , because there is no need to indulge in discussing such matters without knowledge , if we are given knowledge of a matter, then we may talk about it . qatadah said that ibn abbas said , I am one of the few mentioned in this ayah , they were seven , ibnjurayj also narrated that ata al khurasani narrated from him , I am one of those referred to in this ayah , and he would say , their number was seven". *

> *"Then High above all be Allah, the True King. And be not in haste (O Muhammad ﷺ) with the Qur'an before its revelation is completed to you, and say:My Lord! Increase me in knowledge."*(2)

Explanation: According to Ibn-Khathir "Meaning , give me more knowledge from you , ibnuyaynah said , the prophet did not cease increasing in knowledge until Allah , the mighty and sublime , took him".*

> *"Then they turned to themselves (their first thought and said): "Indeed you [Ibrahim (Abraham)] know well that these (idols) speak not!"* (3)

Explanation: According to Ibn-Khathir "qatadah said , the people admitted their guilt and confusion , and said , indeed you know well that these speak not , so how can you tell us to ask them , if they cannot speak and you know that they cannot speak". *

---

(1) Surah 'Al-Khaf': 22
(2) Surah 'Tahaa':114
(3) Surah 'Al-Anbeya': 65

Say "In Whose Hand is the sovereignty of everything (i.e. treasures of each and everything)? And He protects (all), while against Whom there is no protector, (i.e. if Allah saves anyone none can punish or harm him, and if Allah punishes or harms anyone none can save him), if you know". (1)

Explanation: According to Ibn-Khathir "means, in whose hand is the realm of all things and he protects while none can protect against him if you should know". *

"Or do you think that most of them hear or understand? They are only like cattle; nay, they are even farther astray from the Path. (i.e. even worst than cattle)". (2)

Explanation: According to Ibn-Khathir "Meaning, they are worse than grazing cattle. Cattle only do what they were created to do, but these people were created to worship Allah alone without associating partners with him, but they worship others with him even though evidence has been established against them and messengers have been sent to them". *****

"He said: "This has been given to me only because of knowledge I possess. Did he not know that Allah had destroyed before him generations, men who were stronger than him in might and greater in the amount (of riches) they had collected. But the Mujrimun (criminals, disbelievers, polytheists, sinners, etc.) will not be questioned of their sins (because Allah knows them well, so they will be punished without account)". (3)

Explanation: According to Ibn-Khathir "Meaning I have no need of your advice, Allah has only given me this wealth because he knows that I deserve it and because he loves me, in other words, he has given it to me because he knows that I am fit for this, when harm touches man, he calls upon us, then when we have changed it into a favor from us, he says only because of knowledge I obtained it". *

"And of mankind is he who purchases idle talks (i.e.music, singing, etc.) to mislead (men) from the Path of Allah without knowledge, and takes it (the Path of Allah, the Verses of the Qur'an) by way of mockery. For such there will be a humiliating torment (in the Hell-fire)". (4)

Explanation: According to Ibn-Khathir "and of mankind is he who purchases lahw al hadith to mislead (men) from the path of Allah without

---

(1) Surah 'Al-Momenoon': 88
(2) Surah 'Al-Furqaan': 44
(3) Surah 'Al-Qassas': 78
(4) Surah 'Luqman': 06

knowledge, qatadah said, by Allah, he may not spend money on it, but his purchasing it means he likes it, and the more misguided he is, the more he likes it and the more he prefers falsehood to the truth and harmful things over beneficial things”. *

> *“And those who have been given knowledge see that what is revealed to you (O Muhammad S A W) from your Lord is the truth, and guides to the Path of the Exalted in Might, Owner of all praise”.*(1)

Explanation: According to Ibn-Khathir “This is another kind of wisdom following on from the one before, which is that when those who believed in what was revealed to the messengers see the onset of the hour and how he righteous and the wicked will be rewarded and punished respectively, which they knew of beforehand in this world from the books of Allah and which they are now seeing with their own eyes”. *

> *“So let not their speech, then, grieve you (O Muhammad SAW). Verily, We know what they conceal and what they reveal”.*(2)

Explanation: According to Ibn-Khathir “means , we know everything about them , and we will punish them for their false claims and deal with them accordingly on the day when none of their deeds , great or small , major or minor , will be overlooked , and every deed they did throughout their worldly lives will be laid open for examination”. *

> *“Those (angels) who bear the Throne (of Allah) and those around it glorify the praises of their Lord, and believe in Him, and ask forgiveness for those who believe (in the Oneness of Allah) (saying): Our Lord! You comprehend all things in mercy and knowledge, so forgive those who repent and follow Your Way, and save them from the torment of the blazing Fire!”* (3)

Explanation: According to Ibn-Khathir “our lord! You comprehend all things in mercy and knowledge, meaning, your mercy encompasses their sins and your knowledge encompasses all their deeds”. *

> “*Have you seen him who takes his own lust (vain desires) as his ilah (god), and Allah knowing (him as such), left him astray, and sealed his hearing and his heart, and put a cover on his sight. Who then will guide him after Allah? Will you not then remember?”* (4)

(1) Surah ‘Sabaa’: 06
(2) Surah ‘Yaseen’: 76
(3) Surah ‘Al-Momin’: 07
(4) Surah ‘Al-Jasia’: 23

Explanation: According to Ibn-Khathir "and Allah left him astray with knowledge, has two meanings. One of them is that Allah knew that this person deserve to be misguided, so he left him astray , The second meaning is that Allah led this person astray after knowledge reached him and the proof was established before him . The second meaning includes the first meaning, but not the opposite". *

> *"Indeed, Allah was pleased with the believers when they gave their Bai'a (pledge) to you (O Muhammad S A W) under the tree, He knew what was in their hearts, and He sent down As-Sakinah (calmness and tranquillity) upon them, and He rewarded them with a near victory".* (1)

Explanation: According to Ibn-Khathir "Allah knew what was in their hearts, meaning, of truthfulness, trustworthiness, obedience and adherence". *

> *"Is with him the knowledge of the unseen so that he sees?"*(2)

Explanation: According to Ibn-Khathir "means , does this person , who stopped giving for fear of poverty and ended his acts of charity have knowledge of the unseen and thus knows that if he does not stop giving, his wealth will go away ? No. such a person has stopped giving in charity for righteous causes and did not keep relations with kith and kin because of his miserliness, being stingy and of fear of poverty".*

> *"O you who believe! When you are told to make room in the assemblies, (spread out and) make room. Allah will give you (ample) room (from His Mercy). And when you are told to rise up [for prayers, Jihad (holy fighting in Allah's Cause), or for any other good deed], rise up. Allah will exalt in degree those of you who believe, and those who have been granted knowledge. And Allah is Well-Acquainted with what you do".* (3)

Explanation: According to Ibn-Khathir "Means, do not think that if one of you makes room for his brother, or rises up when he is commanded to do so, that this will diminish his right or honor. Rather, this will increase his virtue and status with Allah and Allah the exalted will never make his good deed be lost. To the contrary, he will reward him for it in this life and the hereafter. Surely, he who humbles himself by and before the commands of his lord, then Allah will elevate his status and make him known by his good behavior. Imam ahmed recorded that abu at tufail , amir bin wathilah

---

(1) Surah 'Al-Fatah': 18
(2) Surah 'Al-Najam': 35
(3) Surah 'Al-Mujadila': 11

said , nafi bin abdul .harith met umer bin al khattab in the area of usfan . hazratumar appointed abu at tufail to be the governor of makkah . umar asked him , whom did you appoint as your deputy for the valley people (that is makkah) Amir said , I appointed ibnabza , one of our freed slaves , as may deputy , umar said , you made a freed slave their governor in your absence , he said , O leader of the faithful! He has memorized allah's book and has knowledge of regulations of inheritance, along with being a proficient judge. umar said , surely , your prophet has said , verily , Allah elevates some people and degrades others , an account of this book". *****

> *"And whether you keep your talk secret or disclose it, verily, He is the All-Knower of what is in the breasts (of men)".* (1)

Explanation: According to Ibn-Khathir "and conceal your speech or publicize it, he is knowing of that within the breasts. Meaning, that which occurs in the hearts, ideas, thoughts, etc".

> *"But verily,over you (are appointed angels in charge of mankind) to watch you,*
> *Kiraman (honourable) Katibin writing down (your deeds),*
> *They know all that you do".* (2)

Explanation: According to Ibn-Khathir "About the angels, they know whatever you do, but verily, over you to watch you (are) kiramankatibeen, they know all that you do. Meaning, indeed there are noble guardian angels over you, so do not meet them with evil deeds, because they write down all that you do". (3)

Conclusion

The Holy Qur'an emphasizes understanding, knowing that the Quran is a perfect body of conduct for all. No other religion or association places as much importance on knowledge as it does on the religion of Islam. Religion has led to the pursuit of enlightenment on all Muslims and felt that doing so was not a sin. The prophet, who may have been praised by God, says in a (hadith) story: "The quest for knowledge is a responsibility for any Muslim." (Al-Tirmidhi). This limitation is not limited to a certain gender or class but to a limited extent to women as it is to men, young and old, the poor and the rich. God has elevated the positions and positions of those who have knowledge and employed them in many places of Scripture. One of the defining features of Islam is its emphasis on understanding. The French and Islamic culture (sunnah) requires Muslims to seek and gain knowledge and to hold people to a higher standard. In the

---

(1) Surah 'Al-Mulk': 13
(2) Surah 'Al-Infetar': 10-12
(3) *Ibn Kathir, Ismacil. "Tafsir Ibn Kathir." Riyadh: Dar-us-Salam (2000).

Qur'an, the word al-Ilm, light and symbolic, has been used more than seven hundred and eighty times. These are the first verses shown to our Prophet (SAW) that highlight the importance of reading, pens, and learning for individuals: "Read: In the name of your Lord created. stick in. Read with your Lord the kindest man who ever taught with a pen? ".